REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد ۴۱ — شمارہ ۶

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- منیر احمد خادم
نائبین:- قریشی محمد فضل اللہ — محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:- بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:- دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان — ۱۳۴۳۱۸۱۴۱ء

یکم شعبان ۱۴۱۲ ہجری — ۶ تبلیغ ۱۳۷۱ ہش — ۶ فروری ۱۹۹۲ء

اخبار احمدیہ

● — بفضلہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لندن میں بخیر و عافیت ہیں۔ احباب کرام پیارے آقا کی صحت و سلامتی۔ درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر و نگہبان رہے اور روح القدس سے آپ کی تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

● — مورخہ ۲ فروری کو لندن سے بذریعہ فیکس یہ اطلاع ملی ہے کہ — "محترم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب لندن کی رپورٹ کے مطابق حرم محترمہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔ خون کی کمی کی وجہ سے محترمہ موصوفہ کو آج خون دیا جا رہا ہے۔" احباب دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ محترمہ موصوفہ کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

اِنسان پاک اور مطہّر ہو تو فرشتے اُس سے مصافحہ کرتے ہیں!

نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب اُسی وقت قبول ہوتا ہے جب اِنسان متقی ہو!!

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے انبیاء آتے ہیں وہ دُنیا سے اُٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کا مصداق ہوگا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شئے ہے۔ انسان پاک اور مطہّر ہو تو فرشتے اُس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی، تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔ اصل جڑ اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو سب کچھ پا سکتا ہے۔ بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صغائر اور کبائر سے بچ سکے۔ انسانی حکومتوں کے نظام گناہوں سے نہیں بچا سکتے۔ حکام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ ان کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے۔ ورنہ وہ کبھی نہ کرے۔ اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اُس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے۔ اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے۔ ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شئے ہے۔ .... نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب اُسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔"

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۵۱، ۲۵۲)

"جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اُس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اُسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔"

(ایضاً صفحہ ۳۶۰)

"جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو، طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلانی چاہتا ہے اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی اُمید رکھنی فضول ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے، یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اس حد تک صفائی کرو اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے .... انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور اُس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے۔ اور پھر اس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے۔ نہ صرف نجات بلکہ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے۔ اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے۔ اور پھر متقی خدا کے ولی ہو جاتے ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے۔ کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو۔ لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل اُمّی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہوگا۔"

(ایضاً صفحہ ۳۶۱، ۳۶۲)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بورڈ بدر قادیان۔

لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان
۶ تبلیغ ۱۳۷۱ ہش

اہلِ ہند کی خوش قسمتی!

۴۴ سال کی طویل اور صبر آزما جدائی کے بعد خلیفۃ المسیح کی ہندوستان میں آمد یقیناً ایک معجزہ سے کم نہ تھی۔ پنجاب اور عمومی طور پر ہندوستان کے حالات اِس قابل نہیں تھے کہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعتِ احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان تشریف لا سکتے۔ لیکن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور حضور پُرنور کی دُعاؤں نے اِس سفرِ مبارک کو کامیاب بنایا۔ اور اس طرح سرزمینِ ہند کو پیارے امام ہمام کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہُوا۔

جلسہ سالانہ۔ مجلسِ شوریٰ اور دیگر تقریبات میں حضور پُرنور کے رُوح پرور خطابات نے پورے ایک ماہ تک نہ صرف دُنیا بھر سے آئے ہُوئے احبابِ جماعت کے دِلوں کو گرمائے رکھا بلکہ غیر مُسلم بھائیوں نے بھی اِس آبِ حیات سے اپنی رُوحانی تشنگی کو بجھایا۔ جلسہ سالانہ میں تشریف لانے والے چوبیس ۲۴ ہزار سے زائد مہمانوں نے حضور پُرنور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ خصوصی ملاقاتوں کے علاوہ راستوں میں، بہشتی مقبرہ میں اور سیر کے دوران اور مساجد میں ہر شخص بس یہی چاہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ حضورِ انور کی قُربت کا شرف اُسے حاصل ہو جائے۔ اپنے تو اپنے غیر بھی اِس پُرانوار رُوحانی چہرے کو لمحہ بھر دیکھنے کے لئے راستوں میں رُک جاتے۔ سواریوں سے نیچے اُتر جاتے اور جاتے ہوئے بے اختیار کہتے کہ کئی مذہبی راہنما دیکھے ہیں لیکن ایسا پُرکشش باوقار اور مُسکراتا ہُوا روحانی معصوم چہرہ جو ایک آسمانی فرشتے سے کسی طرح بھی کم نہیں، آج پہلی بار دیکھنے کو ملا ہے۔

اپنے اِس مبارک دورۂ ہند میں حضرت امیر المومنین ایدہُ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ہند کو اسلام کی سُنہری تعلیمات کی روشنی میں امن و اتحاد، صلح و آشتی اور اتفاق و یگانگت کے زندگی بخش پیغام سے نوازا۔ اہلِ وطن کو آپ نے محبت و پیار سے رہنے کی تعلیم دی۔ آپ نے اپنے ایک انٹرویو میں جو ٹیلی ویژن پر ٹیلی کاسٹ ہُوا فرمایا کہ مذہب تو بہت دُور کی بات ہے پہلے اِنسان کو انسان بنانا نہایت ضروری ہے۔ آج کا سماج انسانیت کی حسین قدروں سے غافل ہو چکا ہے۔ لڑائی جھگڑے، فتنہ و فساد، قتل و خون اور فرقہ پرستی انسان کو انسان سے دور کرتی چلی جا رہی ہے۔ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو حضور نے یہ پیغام دیا کہ وہ انسان اور انسانیت سے پیار کرنا سیکھیں۔

حضرت امام جماعتِ احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے درد بھرے دل نے یہ بھی محسوس فرمایا کہ ۴۴ سال سے آزاد ہندوستان میں جہاں امن و اتحاد دن بدن کم ہوتا چلا جا رہا ہے وہاں آج بھی اِس ملک کی آبادی کا اکثر حصّہ خاص طور پر دیہی علاقے تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ چنانچہ آپ نے جماعتِ احمدیہ ہندوستان کو توجہ دلائی کہ مختلف صُوبوں میں ایسے جامع پروگرام بنائے جائیں جن سے تمام اہلِ ہند کو بلا لحاظ مذہب و ملت یکساں فوائد پہنچیں۔ یاد رہے کہ قبل ازیں جماعتِ احمدیہ افریقہ کے بیشتر ممالک میں ایسے پروگراموں پر عمل کر رہی ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اب حضرت امام جماعت احمدیہ کی ہندوستان میں آمد کے اِس مبارک موقع پر اِنشاء اللہ اہلِ ہند کی تقدیر بھی بدلے گی۔ اور جہاں ہم سب حضورِ انور کے رُوحانی نُور سے فائدہ اُٹھائیں گے وہاں اس ملک سے عنقریب جہالت کے اندھیرے دُور ہوں گے۔ اور ہمارے معصوم بچّے اور بچیاں جن کے ہاتھوں میں اِس ملک کا روشن مستقبل ہے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوں گے۔ اور حضور کی دُعاؤں کے نتیجہ میں اس ملک سے بیماری افلاس اور بھوک کا خاتمہ ہوگا۔ امن و امان کا قیام ہوگا۔ اور انسان، انسان سے پیار کرنا سیکھے گا ——!!

پس اَے اہلِ وطن! تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تمہاری اُمیدوں کا سُورج تمہاری سرزمین پر تشریف لایا۔ اس موقع پر ہم اپنی مہربان حکومت کے بھی دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہیں، جس نے ہمارے پیارے امام کی ہندوستان آمد کے تمام انتظامات کو احسن رنگ میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور دنیا کے سو ۱۰۰ سے زائد ملکوں میں بسنے والے احمدیوں کی دِلی دُعاؤں سے حصّہ پایا ——!!

یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قادیان واپسی احمدیت کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ آج سے چوالیس سال قبل جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ حالات کے پیشِ نظر ہجرت فرما کر ربوہ پاکستان تشریف لے گئے تھے، قادیان میں تین صد تیرہ جانباز مجاہدین جنہیں تاریخِ احمدیت میں درویشانِ قادیان کا خطاب دیا گیا ہے، اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر قادیان کے مقدس مقامات کی حفاظت کا عزم دل میں لے کر یہاں ٹھہر گئے۔ جن حالات میں وہ یہاں رہے ہیں، اُن کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی تھی۔ اُن دنوں سارا پنجاب انسانوں کی ایک پکی ہوئی کھیتی کی طرح موت کی تیز دھار درانتیوں سے کٹتا چلا جا رہا تھا۔ ایسے حالات میں چند لوگوں کا یہاں رہنا اور نہ صرف مقدس مقامات کی حفاظت بلکہ تدریجی طور پر ترقی کرتے چلے جانا ایک معجزہ سے کم نہیں تھا جبکہ مخالفین احمدیت جو قادیان کے اردگرد بٹالہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مُریدوں کی شکل میں، امرتسر میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور اُن کے مریدوں کی شکل میں اور دیگر مختلف جگہوں گورداسپور، پٹھانکوٹ وغیرہ میں تھے، آج اُن کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

اِدھر یہ قافلۂ درویشاں دن رات بڑھتا گیا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ السلام کو خُدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مُبارک

"نُزول در قادیان"

ہُوا۔ اور آپ کے مبارک قدموں سے قادیان کی مبارک زمین اور بابرکت ہوگئی۔ اور آج اِس مبارک اور مقدّس زمین کا ایک ایک چپّہ پکار پکار کر احمدیت کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص، صحتِ نیت اور سچی لگن سے اپنے پیارے امام کی نصیحتوں پر عمل کرنے اور بنی نوعِ انسان کی بے لوث خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ——!!

(مُنیر احمد خادم)

صد شُکر مجھ پہ اُن کی ہوئی نظرِ التفات
سُننے لگے وہ پیار سے میری ہر ایک بات

پہلے تو تھا دِلِ حزیں بے چین و بے قرار
بیتی نہ تھی سکون سے میری کوئی بھی رات

مَیں کیا تھا، میرا نام بھی اَنجان سا ہی تھا
نظرِ کرم اُنہیں کی ہے تھاما جو میرا ہاتھ

جس پہ ہوئی نگاہِ کرم وُہ سنور گیا
کوئی بھی رنگ و نسل ہو کوئی ہو ذات پات

اُمید کی کِرن نظر آئی ترے طُفیل
گزرے گی اطمینان سے اب تو مِری حیات

مَیں گامزن ہُوں، آرزو وصلِ حبیب ہے
اُمّید ہے خدا سے کہ آخر بنے گی بات

ذاتِ کریم پر ہی توکّل ہے جب مرا
غالب کبھی نہ آئیں گے مجھ پہ تفکّرات

آنکھوں سے دُور ہیں مگر دل سے نہیں جُدا
پوری کروں گا اُن کی مَیں ساری توقّعات

چُون و چرا جبیں پہ شِکن تک نہ آئے گی
مجھ سے کریں وُہ روز و شب جتنے مطالبات

مجھ کو خلیق بھا گئی اُن کی ہر اِک ادا
جو آج بھی ہیں مجمعِ حُسن و جمالیات

(خلیق بن فائق گورداسپوری)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دل کی شفقت اور رأفت کے لحاظ سے ایک ایسے درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے جہاں بہت کم انسانوں کی نظر پہنچی ہے

یہ وہ جذبہ ہے جو مبلغ کے لئے ضروری ہے اور کامیاب دعوت الی اللہ کے لئے لازم ہے

ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کا کھاتہ بناؤ اور اس سے ہر ہفتہ رپورٹ لیا کرو

دعا کریں کہ جماعت میں دعوت الی اللہ کی حقیقی روح بھر جائے اور ساری دنیا پر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے دراز ہو جائیں (آمین)

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۴ رہجا ۱۳۷۰ ہش (۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء) بمقام مسجد فضل لندن

محترم منیر احمد صاحب جاوید دفتر پرائیویٹ سیکرٹری لندن کا قلمبند کردہ یہ غیر مطبوعہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔ (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔
دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں مضمون کو آگے بڑھانے سے پہلے ضمناً جرمنی میں ہونے والے اس واقعہ سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کے متعلق مجھے

نصیحت کا ایک خطبہ

دینا پڑا اور جماعت کو بتانا پڑا کہ اس قسم کے واقعات ہیں جو نظام جماعت کو کمزور کر سکتے ہیں، خطرے میں ڈال سکتے ہیں اور امارت کے وقار کو گہرا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کو سمجھیں اور غور کر کے ان سے عبرت حاصل کریں اور آئندہ اپنے معاملات میں ہمیشہ اپنی نگرانی کریں کہ اس قسم کی ٹھوکریں آپ نہ کھائیں۔ یہ مقصد تھا جس کی وجہ سے وہ خطبات دیئے گئے۔ ذاتی طور پر کسی کو متہم کرنا اور ذاتی طور پر کسی کو ساری دنیا میں رسوا کرنا ہرگز مقصد نہیں تھا نعوذ باللہ من ذالک کیونکہ ایسا تجسس اور پردہ دری بہت مکروہ ہے لیکن چونکہ مثالیں حقیقی پیش کرنی تھیں اس لئے مجبوری تھی کہ بتایا جائے کہ فرضی واقعات نہیں بلکہ جماعت کے سامنے نمونے رکھتا تھا جو واقعات گزرے ان کی مثال دینی تھی۔ اس لئے بغیر نام لئے عہدوں کا ذکر کر دیا بعض لوگوں کے متعلق یہ کہ جو کہ جنہوں نے ایسا کیا، ان کا عمومی ذکر کیا تھا۔ اس سے جماعت کو یہ سمجھ جانا چاہیئے تھا کہ انفرادی طور پر ان لوگوں کو حقارت کا، تحقیر کا نشانہ نہ بنائیں اور طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنائیں۔ خود نصیحت پکڑیں لیکن ان کو ذلیل و رسوا نہ کریں۔ عموماً یہی ردعمل جماعت کی طرف سے ظاہر ہوا ہے لیکن بعض لوگ جو عہدوں کے متعلق جانتے تھے کہ یہ عہدہ کس کے سپرد ہے انہوں نے ضرورت سے کچھ زیادہ اسے ذاتی مسئلہ بنا لیا اور بعض جو غلط رجحان رکھنے والے تھے شرورع ہو گئے ہندوستان میں بھی یہ رجحان تھا کہ بہت سختی اور نفرت سے ان کا ذکر ہم ان واقعات کو اور ایک طرز عمل کو رد کرتے ہیں، طرز عمل کو رد کرنا تو درست ہے لیکن جن اشخاص سے یہ باتیں رونما ہوئیں ان کے متعلق تحقیر آمیز رویہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو ایک ابتلاء میں ڈال سکتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص میں کوئی نہ کوئی ایسی کمزوری ضرور ہے کہ جس پر اگر

خدا کی ستاری کی چادر

نہ رہے تو دنیا کے سامنے ہمارا وجود بظاہر جو وہ قابل نفرت ٹھہرے۔ اس لئے ایسے موقعہ پر استغفار کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے علاوہ ستاری طلب کرنی چاہیئے اور جو لوگ ان واقعات میں ملوث ہوئے ان پر رحم کرنا چاہیئے نہ کہ نفرت۔ ہاں جو معاملات قابل نفرت ہیں وہ قابل نفرت ہی ٹھہرتے ہیں۔ اس تفریق کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اپنے معاملات میں پیش نظر رکھا اور جماعت کو بھی اسی کی نصیحت فرمائی ہے کہ بعض باتوں سے نفرت ضروری ہے مگر انسانوں سے نفرت نہ کرو۔ ان پر رحم کرو، ان کی اصلاح کی کوشش کرو۔
اس تمہید کے بعد میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جرمنی کی مجلس عاملہ میں یا اس سے باہر اگر کوئی لوگ اپنی غلطیوں کی وجہ سے غلط رویہ اختیار کر کے ناراضگی کا موجب ٹھہرے تو انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت ہی

غیر معمولی پاک تبدیلی کا نمونہ

بھی دکھایا۔ توبہ اور استغفار سے کام لیا اور کسی ایک کے متعلق بھی اب میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ دل کی گہرائی کے ساتھ میں نے اسے معاف نہیں کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک کے معاملات میں اب میرا دل کلیتہً صاف ہے۔ ایک دو ایسے مخلصین تھے جن کو ابھی تک بات پوری طرح سمجھ نہیں آرہی تھی اور پچھلے خطبہ میں اس اعلان سے پہلے ان کو سمجھانے کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ سمجھ جائیں تو پھر میں عمومی اعلان کر سکوں ورنہ یہ کہنا پڑتا کہ ایک دو کے سوا باقی سب ٹھیک ہو چکے ہیں۔ ٹھیک تو اللہ کے فضل سے وہ بھی تھے ہی۔ دل کی گہرائی میں اخلاص تھا لیکن بعض لوگوں کی طبیعت میں کچھ بحث و مباحثہ کی عادت ہوتی ہے۔ کچھ نکات ان کو سمجھ نہیں آرہے ہوتے۔ ان پر تھوڑا سا وقت لگانا پڑتا ہے۔ ان کو مختلف طریق پر سمجھانا پڑتا ہے تو اب میں انشراح صدر کے ساتھ یہ اعلان کر سکتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے ان میں سے ہر ایک نے اپنے قصور کو سمجھ لیا اور اپنی غلطیوں کو خوب پہچان لیا اور آئندہ کے لئے سچے دل اور اخلاص کے ساتھ توبہ کرتے ہیں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کی توبہ کو قبول فرمائے اور آئندہ ہمیشہ ان کو اس قسم کی ٹھوکروں سے بچائے۔

اس کے علاوہ ان کے لواحقین کے متعلق اور دوستوں کے متعلق میں خوشنودی کا یہ اظہار بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بہت ہی عظیم الشان مثال قائم ہوئی ہے کہ جتنے بھی دوست میری ناراضگی کا مورد ٹھہرے تھے ان میں سے کسی ایک کے کسی عزیز نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ جماعت کا ساتھ دیا اور خلافت کے ساتھ اپنی کامل وفاداری کا نہ صرف اظہار کیا بلکہ عملاً اس کے نمونے دکھائے۔ ساری دنیا میں جہاں بھی ان کے عزیز پھیلے پڑے ہیں ان میں ایک بھی استثناء نہیں بلکہ ہر ایک نے کھلے لفظوں میں واشگاف الفاظ میں مجھ پر اس بات کا اظہار کیا اور جماعت میں اپنے رویے سے اس بات کو ثابت کیا کہ ہمارے بڑوں یا عزیزوں یا اقرباء کی غلطیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے۔ جو کارروائی کی گئی وہ سو فیصدی درست تھی اور ہم اس معاملہ میں کامل طور پر خلافت سے وابستہ اور وفادار ہیں اور نظام جماعت سے وابستہ اور وفادار ہیں۔

پس یہ واقعہ اپنی ذات میں مکروہ سہی لیکن خدا تعالیٰ بعض دفعہ مکروہ باتوں میں سے حسن کی باتیں نکال دیتا ہے اور مکروہ چیزوں میں سے خیر کے پہلو نکال دیتا ہے تو یہ بھی جماعت کی تاریخ میں

ایک اہم قابل ذکر واقعہ

ہے کہ کسی ایک کسی خاندان پر نہیں بلکہ بعض خاندانوں پر امتحان کا وقت آیا ہے اور ان تمام خاندانوں کے ہر فرد نے ثابت قدمی دکھائی ہے جن کا دور کا بھی تعلق تھا وہ ثابت قدم ٹھہرے ہیں اور ان کے تمام رشتہ دار ثابت قدم ٹھہرے ہیں اور کوئی بھی ادنیٰ سی ٹھوکر کھا کر بھی اپنے آپ کو داغ

وار نہ کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ایسا عظیم واقعہ ہے جس کو ریکارڈ ہونا چاہیئے تاکہ ان لوگوں کے متعلق پہلے خطبہ میں جو کچھ تکلیف دہ باتیں جماعت کی تاریخ میں درج ہو گئی ہیں ان کا ازالہ بھی جماعت کی تاریخ میں درج ہو جائے، جیساکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں بعض صحابہ سے غلطیاں ہوئیں۔ ان میں سے تین ایسے تھے جو عظیم کردار کے مالک تھے۔ بہانہ بنا کر بات کو توڑ مروڑ کر وہ وقتی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ناراضگی سے بچ سکتے تھے مگر انہوں نے سچائی کو قربان نہیں کیا۔ صاف گوئی سے کام لیا اور اس ناراضگی کو قبول کر لیا جس کے بعد ان کی زندگی ایک لمبے عرصہ تک جہنم کا نمونہ بنی رہی یعنی اذیت کے لحاظ سے جہنم کا نمونہ ویسے تو وہ ان کے لئے ایک روحانی جنت تیار کرنے والی زندگی تھی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے انتظار فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کب ان کی بخشش کا اعلان ہوتا ہے اور اس انتظار کرنے میں ایک سے زائد حکمتیں پوشیدہ تھیں مگر ایک خصوصیت کے ساتھ ایسی حکمت ہے جس کا میں جماعت کے سامنے ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس عرصہ میں خود ان کے لئے بے حد دکھ محسوس کر رہے تھے اور بار بار کنکھیوں سے ان لوگوں کو دیکھتے بھی تھے اور ان آنکھوں میں کبھی بھی ان لوگوں نے نفرت نہیں دیکھی جن کے لئے سزا کا اعلان تھا بلکہ ہمیشہ محبت دیکھی

حضرت کعبؓ روایت کرتے ہیں

کہ میں تو ان آنکھوں کے سہارے زندہ تھا جو کبھی کبھی میری طرف اٹھتی تھیں۔ جب بھی میں نے ان کو دیکھا ان میں محبت دیکھی کبھی ایک دن بھی نفرت نہیں دیکھی اور وہی نسبت کے سہارے تھے جو میری زندگی کا سہارا بنے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ایک عظیم کردار اس دور میں ظاہر ہوا کہ آپ فیصلے اپنے ذاتی خیالات اور رجحانات کی بنا پر نہیں کرتے بلکہ کلیۃً رضائے باری تعالیٰ کی خاطر کرتے ہیں ورنہ اتنی دیر تک خود کیوں اذیت محسوس کرتے۔ تو پھر کیوں ان کو اس سے پہلے نہ معاف فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہو۔ دوسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی معافی کے نتیجہ میں ان لوگوں کی ہمیشہ کے لئے ایسی بریت نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ وحی الٰہی کے نتیجہ میں ان کی بریت ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ناراضگی ایک عام آدمی کی سی ناراضگی نہیں تھی۔ عام بزرگوں والی ناراضگی بھی نہیں تھی خلفاء والی ناراضگی بھی نہیں تھی آپ خلیفۃ اللہ تھے اور آپ کی ناراضگی اس شخص کے لئے جس سے آپ ناراض ہوں دنیا و آخرت کی ہمیشہ کے لئے ہلاکت کا موجب بن سکتی تھی اللہ تعالیٰ کی دلوں پر نظر ہے اور انبیاء کی بھی براہ راست اس طرح دلوں پر نظر نہیں ہوتی جیسے خدا تعالیٰ کی نظر ہوتی ہے۔ انبیاء کی فراست عام انسانوں کی فراست سے بہت زیادہ روشن اور لطیف ہوتی ہے اس کے باوجود دلوں کا حال کلیۃً نہیں جانتے پس خدا تعالیٰ کی طرف سے اعلان کا انتظار فرمانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ ان کی ایسی کامل بریت چاہتے تھے کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے ان لوگوں کا نام عزت اور رحمت کے ساتھ یاد کیا جانے والا ہو کہ ایسے داغدار اشخاص کے طور پر نہ بن سکے اور یہ داغ تو مٹا لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ کامل طور پر دھل گیا تھا کہ نہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے گناہگار سمجھتے ہوئے بھی اپنی رحمت اور مغفرت کے جذبہ سے ان کو معاف کیا ہے بلکہ گناہ کے نشان کو دھو ڈالا ہے یا کالعدم سمجھا ہے۔ بعید خدا کی طرف سے وحی نازل ہوئی تو اس میں یہ شائبہ باقی نہیں رہ سکتے۔ ان شائبوں کا کوئی امکان ہی نہیں تھا خدا تعالیٰ نے دلوں پر نظر رکھی اور ہمیشہ کے لئے یہ اعلان فرما دیا کہ ان کو معاف کیا جاتا ہے۔ ان کے دل معاف ہو گئے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ وہ شخص جو گناہ سے سچی توبہ کرتا ہے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے کبھی گناہ نہ کیا ہو۔ پس اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بخشش بعض دفعہ خدا تعالیٰ کی بخشش کے لئے ایک دعا بن جایا کرتی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ سارا عرصہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس تکلیف میں گزارا ہے کہ دل چاہتا تھا کہ معاف فرما دیں لیکن خدا پر معاملہ چھوڑ چکے تھے اور وہ عرصہ مسلسل ان لوگوں کے لئے دعا بنا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور

تاریخی لحاظ سے وہ ہمیشہ کی زندگی پا گئے

اس سلسلہ میں ان کے اپنے دل کا بھی یہی کیفیت تھی۔ چنانچہ حضرت کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ جب مجھے پتہ چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے صبح کی نماز کے وقت معافی کی خبر دی تو ان کی طرف دوڑتے چلے جا رہے تھے کہ ان کو اطلاع کریں

لیکن کسی ایک بلند آواز والے نے زیادہ حکمت اور ہوشیاری سے کام لیا۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر اس نے بلند آواز سے یہ کہنا شروع کیا کہ اے فلاں ابن فلاں اے فلاں اور فلاں! خدا کے رسولؐ نے تمہاری معافی کا اعلان کر دیا ہے۔ کہتے ہیں یہ ایسی عظیم آواز تھی کہ کبھی کسی اور آواز نے زندگی بھر دل پر ایسا اثر نہیں کیا۔ پیشتر اس کے کہ پیغامبر پہنچتے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے دوڑے اور حاضر ہو کر یہ سوال کیا ہے کہ یا رسول اللہؐ! آپ نے معاف کیا ہے یا خدا نے معاف کیا ہے۔ اپنی طرف سے ہماری بخشش ہوئی ہے۔ یا اللہ کی وحی نازل ہوئی ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی وحی نازل ہوئی ہے۔ خدا کی طرف سے معافی دی گئی ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میرا دل ایسا راضی ہوا جیسے کبھی کوئی دکھ محسوس نہ کیا ہو تو اس خاموشی اور اس دیر میں یہ بھی ایک حکمت تھی۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی براہ راست معافی کا تعلق ہے یہ واقعات شاذ و نادر ہمیشہ ہی تاریخ میں نمونہ کے طور پر مثالوں کے طور پر ہوا کرتے ہیں اور روزمرہ کی زندگی میں ایسے نہیں ہوتے بلکہ انبیاء کی زندگی میں بھی ہیں تو سوائے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دور کے کسی اور نبی کے دور میں ایسا واقعہ نہیں پڑھا کہ خدا تعالیٰ نے کسی کو یا خدا تعالیٰ کے رسولؐ نے کسی کو سزا دی ہو اور اللہ تعالیٰ نے پھر براہ راست اس کو معاف فرمایا ہو۔

بریت اور معافی کے یہ دو ہی واقعات

ہیں جو صرف حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دور میں ظاہر ہوئے۔ بریت کے معاملہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بریت وحی کے ذریعہ ہوئی اور وہاں بھی انتظار کی حکمت یہی تھی جو میں بیان کر رہا ہوں اور معافی کے سلسلہ میں بھی حضرت کعبؓ اور ان کے ساتھیوں کی معافی وحی کے ذریعہ ہوئی اور کسی نبی کے زمانہ میں یہ واقعہ نہیں گزرا لیکن اس میں جو سبق ملتا ہے وہ سبق دہرایا جا سکتا ہے پہلے بھی تاریخ اس سبق کو دہراتی رہی۔ آئندہ بھی دہراتی رہے گی کہ اگر کوئی شخص ناراض ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر کا انتظار کرتا رہے اور اس عرصہ میں دعا کرتا رہے تو بعید نہیں کہ جب اس کا دل معافی پر راضی ہو تو وہ معافی خدا کی طرف سے ہی ہو اور ضروری نہیں کہ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس معافی کا اعلان کرے مگر بسا اوقات شرح صدر کے ذریعہ اور دل کو نرم اور ملائم کر کے اپنی طرف سے معافی کا اعلان فرما دیتا ہے۔ پس ہم دعا کرتے ہیں کہ آئندہ بھی جماعت کو اللہ تعالیٰ ان ٹھوکروں سے محفوظ رکھے اور اگر خدانخواستہ کوئی شخص ٹھوکر کھا سکے تو وہ بھی ایسے ہی نیک نمونے دکھائے اور جب اسے معافی ملے تو خدا کی طرف سے معافی ملے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل صاف اور پاک کیئے جائیں۔

اس ضروری اعلان کے بعد جو جرمنی کے واقعہ سے تعلق رکھتا ہے اب میں واپس اس مضمون کی طرف لوٹتا ہوں یعنی

دعوت الی اللہ کا مضمون

جس کے متعلق خطبات کا ایک سلسلہ شروع ہے۔

میں ذکر کر رہا تھا کہ ایک داعی الی اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی کی ذات میں دلچسپی لے اور ذات میں دلچسپی لینا ایک تو انفرادی طور پر ہر شخص کے متعلق کوئی بھلائی کی بات سوچنا جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا کوئی ایسی تعریف کر دینا جو واقعۃً اس شخص میں پائی جاتی ہو۔ یہ بھی ذاتی تعلقات قائم کرنے کا اور کسی کی ذات میں دلچسپی لینے کا ایک ذریعہ ہے مگر ایک ذات میں دلچسپی لینے کا ایک رجحان ہوا کرتا ہے اور وہ رجحان خداداد رجحان ہوتا ہے لیکن اسے مزید صیقل کیا جاتا ہے اور مزید ترقی دی جاتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میں یہ خداداد رجحان اپنے درجہ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا گیا۔ رحمۃ للعرب و رحمۃ للعجم یا رحمۃ للمسلمین نہیں فرمایا بلکہ رحمۃ للعالمین جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو ہر ایک میں دلچسپی تھی اور رحمت کے ساتھ دلچسپی تھی۔ ہر شخص کی بھلائی کے متعلق آپ کے جذبات طبعی طور پر اٹھتے تھے اور ان میں کسی کوشش یا ارادے کو دخل نہیں ہوا کرتا تھا از خود ہر ایک سے رحمت کے سلوک کو دل چاہتا تھا اور یہ مثال ہمیں انسانی رشتوں میں سب سے زیادہ ماں اور بچوں کے رشتے میں دکھائی دیتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ پر نصیحت فرمائی کہ اگر تم میں سچا ایمان ہے تو ایمان کی اصل علامت یہ ہے کہ تمہیں خدا اور رسول سے اپنے ہر عزیز اور قریبی سے زیادہ محبت

ہو اور زیادہ دلی تعلق قائم ہو جائے۔ اگر یہ نہیں تو تمہیں پھر ایمان کا پتہ نہیں کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے مجھے

رحمۃ للعالمین کا حقیقی مفہوم

سمجھ آیا۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہرگز جبراً کسی کو یہ نہیں فرما سکتا کہ تم فلاں شخص سے اپنے رشتے داروں سے زیادہ محبت کرو۔ یہ بالکل بے دلیل بات ہے اور غیر فطری بات ہے لیکن اگر خدا کے علم میں ہو کہ وہ شخص کسی سے اپنے عزیزوں سے بھی بڑھ کر محبت کرتا ہے اور جتنی اس کے قریب تر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اُن سے بڑھ کر اُن سے محبت کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک غیر معمولی شفقت کا سلوک ہوگا کہ اس شخص، متعلقہ کو بتا دے کہ دیکھو یہ تم سے اتنی محبت کرتا ہے کہ تمہارے قریب ترین عزیز اور اقرباء اور ماں اور باپ اور دوسرے رشتے دار ویسی محبت تم سے نہیں کرتے اس لئے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ۔ یہ دائمی قانون ہے جو یہاں بھی اطلاق پانا چاہیئے اور تمہیں بھی جواباً اس وجود سے ویسی ہی محبت کرنی چاہیئے جیسی یہ تم سے محبت کرتا ہے۔ یہ سارا مضمون اس ہدایت کے اندر داخل ہے کہ اگر تم خدا اور رسول سے اپنے ماں باپ اور اقرباء سے بڑھ کر محبت نہیں کرتے تو تمہیں ایمان کا علم ہی کوئی نہیں کہ ایمان ہوتا کیا ہے۔ دراصل یہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے دل کی رحمت کی گواہی تھی اور رحمۃ للعالمین کا لقب اس پہلو سے ایک حیرت انگیز لقب ہے اور ایسا بے مثل لقب ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کے بانی، کسی نبی، کسی ولی، کسی بزرگ کے متعلق آپ ان کی اپنی کتابوں میں بھی یہ لقب درج نہیں پائیں گے۔ یہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ایک عجیب شان ہے کہ اس شان میں خدا کا کوئی دوسرا نبی، کسی علاقے کا، کسی قوم کا، کسی زمانے کا شریک نہیں ہے۔ اور یہ وہ شان ہے جو تبلیغ کے لئے بڑی ضروری ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے سپرد عالمی ذمہ داریاں کی گئیں کہ آپ سارے عالم کے لئے گہری رحمت اپنے دل میں رکھتے تھے۔ ایسی گہری اور سچی رحمت تھی جس سے بسا اوقات ماؤں کے دل بھی ناآشنا ہوتے ہیں اور بہر حال سے بڑھ کر بنی نوع انسان سے خدا تعالیٰ کی مخلوق سے آپ محبت کرنے والے تھے اور تبلیغ کے لئے یہ دلچسپی ہے جو دراصل کام آتی ہے۔ مصنوعی دلچسپی کے ذریعے بھی بعض دفعہ ایک کوشش کی جاتی ہے ... والے کو وہ بھی اختیار کرنے چاہئیں لیکن اگر وہ سچے ہوں جیسا کہ میں نے مثال دی یہ ایک مصنوعی طریق ہے کہ کسی شخص کی خوبی معلوم کرو، اس کی تعریف کرو لیکن وہ سچی ہو یہ کوئی طبعی طریق نہیں ہے۔ طبعی طریق وہی ہے کہ انسان رحمت ہو جائے۔ ہر دوسرے انسان فطرتاً اور طبعاً اس کے دل میں نرمی پائی جائے، شفقت پائی جائے، پیار کا جذبہ پایا جائے۔ اس کی بھلائی کا متلاشی رہے۔ جہاں کسی کو دکھی دیکھے اس کا دکھ محسوس کرے اور اپنا دکھ سمجھنے کی خاطر اس کی مدد کرے۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ بہت کم لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی کا دکھ سمجھ کر اس کی مدد کرنا بڑا مشکل کام ہے اور بسا اوقات لوگ ایسے مشکل کام میں یا تو ہاتھ ہی نہیں ڈالتے یا ہاتھ ڈالتے بھی ہیں تو کامیاب نہیں ہوتے۔ یہ اتنا بڑا بوجھ ہے جسے انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ غالب کہتا ہے ع

کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

اگر کوشش کر کے جدوجہد کر کے عقل کو استعمال کر کے انسان لوگوں کے دکھ بانٹنے کی کوشش کرے اور ان کی حاجت روائی کی کوشش کرے تو ایسا کام ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہے بہت ہی مشکل ہے لیکن اگر فطرتاً لوگوں کا دکھ خود بخود اس کا دکھ بن جایا کرے، لوگوں کے غم اس کے غم ہو جایا کریں، لوگوں کی تکلیفیں اس کی تکلیفیں بن جائیں تو اپنی تکلیف دور کرنے کی کون کوشش نہیں کرتا، اپنے غم دور کرنے کے لئے کون کوشش نہیں کرتا، وہ تو ایک فطری تقاضا ہے۔ اس کوشش میں لذت ہے اس کوشش میں بوجھ نہیں ہوتا۔ پس ایسے لوگ جو فطرتاً دوسروں کے ہو جاتے ہیں اور طبعاً ان کے دکھوں کو اپنا لیتے ہیں اگرچہ آپ بیرونی آنکھ سے دیکھیں تو ان کو بہت زیادہ بوجھوں کے تلے دبا ہوا محسوس کریں گے گویا وہ پسے جا رہے ہیں اور حیرت سے انسان دیکھتا ہے کہ کیسے انہوں نے ایسے ایسے مشکل کام سنبھال لئے، کیسے اتنے بڑے بڑے بوجھ انہوں نے اٹھا لئے مگر وہ نہیں جانتے کہ راز اس میں یہی ہے کہ وہ بوجھ ان کے ہوتے ہی اُن کے اپنے بن جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اندر جو بوجھ اٹھانے کی صلاحیت موجود تھی اس کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (سورۃ الاحزاب: ۷۳) کہ دیکھو ہم نے ایک بہت بڑا بوجھ

شریعت کا بوجھ

سارے بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی اور ان کو سنبھالنے کا بوجھ، ان کے لئے ابدی نمونے قائم کرنے کا بوجھ، ان کے دکھ بانٹنے کا بوجھ زمین و آسمان اور پہاڑوں کے سامنے رکھے کہ کون ہے جو ان بوجھوں کو اٹھانے کے لئے سامنے آتا ہے مگر ہر ایک نے انکار کر دیا۔ وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا اور یہ سارے ان بوجھوں کے تصور سے ڈر گئے اور خوفزدہ ہو گئے۔ وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ، کون آگے آیا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم۔ یہ وہ انسان کامل تھا جو ان بوجھوں کو خوب شناخت کرنے کے بعد ان کو سمجھنے اور ان کی حقیقت سے آشنا ہونے کے بعد آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھا اور ان بوجھوں کو اٹھا لیا۔ کیوں ایسا ہوا؟ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ اس لئے کہ وہ اپنے نفس پر بہت ظلم کرنے والا تھا اور اپنے نفس پر ظلموں کے نتیجہ میں وہ جہول بھی تھا یعنی اس کو پھر کوئی پرواہ نہیں تھی کہ مجھ پر کیا گزر جاتی ہے۔

یہاں نفس کے جس ظلم کی بات ہو رہی ہے یہ وہی ظلم ہے جس کا میں رحمت کے سلسلہ میں تعارف کروا رہا ہوں۔ جب انسان دوسرے کے غموں کو اپنا غم بنا لیتا ہے اور طبعاً بنا تا ہے تو وہ سارے ظلم جو دنیا پر ہو رہے ہیں وہ اپنی جان پر کر رہا ہوتا ہے۔ اسی کا نام ظلوماً ہے۔ دوسروں پر ظلم کرنے والا نہیں بلکہ دوسروں کے ظلم خود سہیڑ لینے والا۔ جو ظلم ساری دنیا کی طرف سے بعض مظلوموں پر توڑے جاتے ہیں ان ظلموں کا نشانہ اپنے وجود کو بنا لینے والا، اپنے دل کو بنا لینے والا۔ یہ وہ ظلوم ہے۔ اور اس کے لئے چارہ ہی کوئی نہیں سوائے اس کے کہ آگے بڑھے اور ساری دنیا کے بوجھ اٹھائے کیونکہ وہ بوجھ پہلے ہی اس کا دل اٹھا چکا ہے تو شریعت کے مفہوم کے سوا بھی اس کے معنی ہیں۔ شریعت کا بوجھ اٹھانا اپنے اندر ایک بڑا مضمون رکھتا ہے لیکن ظلوم کے لفظ سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم دل کی شفقت اور رأفت کے لحاظ سے ایک ایسے درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے تھے جہاں بہت کم انسانوں کی نظر پہنچی ہے اور طبعاً اور فطرتاً آپ لوگوں پر ہونے والے ظلموں اور سختیوں اور دکھوں کو از خود اپنا لیا کرتے تھے اور اسی لئے آپ ان کے لئے غمزدہ رہتے تھے۔ پس

یہ وہ جذبہ ہے جو مبلغ کے لئے ضروری ہے

اور کامیاب دعوت الی اللہ کے لئے لازم ہے کہ انسان اس قسم کی طرز عمل اختیار کرے۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ خدا نے طبعاً اور فطرتاً ہر شخص کو یہ جذبہ دیا ہوا ہے لیکن یہ جذبہ بعضوں میں چمک جاتا ہے، بعضوں میں چمکتا نہیں اور اگر اس جذبے کو آپ نظر انداز کرتے رہیں تو رفتہ رفتہ دل پتھر ہونے لگتا ہے اور بعض دفعہ ایسے لوگ پھر پہچانے بھی نہیں جاتے۔ آدمی یقین ہی نہیں کر سکتا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو فطرتاً اللہ تعالیٰ نے رحمت اور رأفت عطا فرمائی تھی کیونکہ بداعمالیوں کی وجہ سے بار بار جرائم کی وجہ سے دلوں پر زنگ لگنے لگ جاتے ہیں اور فطرت کی سچائی دنیا کے گرد و غبار سے اَٹ جاتی ہے پھر وہ آہستہ آہستہ گرد و غبار کی تہیں جم کر سخت ہونے لگتی ہیں جنہیں پنجابی میں کھرنڈ کہتے ہیں ان کے اوپر ایسے کھرنڈ آنے شروع ہو جاتے ہیں یعنی تہیں جو آہستہ آہستہ سخت ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ منجمد ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ FOSSILIZE ہو جاتی ہیں پتھر سی بن جاتی ہیں۔ انسانوں کی تھوڑی سی زندگی میں یہ سارے ادوار گزر جاتے ہیں اور بعض دفعہ لوگ سمجھتے ہیں کہ بنی نوع انسان میں یہ جذبہ ہی نہیں ہے حالانکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو اس لحاظ سے کوئی استثنائی چیز نہیں ملی تھی کہ آپ کو تو رحمت والا دل دے دیا اور سارے بنی نوع انسان کو پتھر دل عطا کر دیئے۔ یہ درست نہیں ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا کوئی امتیاز باقی نہ رہتا۔ پھر ہم یہ کہتے کہ خدا نے آپ کو تو نرم دل دے دیا تھا باقی لوگوں کو نہیں دیا۔ اس میں لوگوں کا کیا قصور اور آپ کا کیا شرف۔ سب کو دل اپنی کیفیت کے لحاظ سے پیدائشی طور پر ایک ہی جیسے ملتے ہیں۔ بعض لوگ ان دلوں کی خوبیوں کو چمکا دیتے ہیں اور بعض ان خوبیوں پر مٹی ڈالنا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ خوبیاں مٹ جاتی ہیں اور غلط قسم کے پتھر

دل جیسے کہ دار ہو جاتے ہیں۔ پس

جماعت احمدیہ کو اس بات پر کامل یقین ہونا چاہئے

کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ صلاحیت عطا فرمائی ہے کہ لوگوں کے غموں کو اپنا لیں۔ ماں بیٹے کے غم کو کیوں اپناتی ہے اگر اس کے اندر یہ صلاحیت نہ ہوتی۔ باپ اپنی اولاد کے غم کو یعنی وہ باپ جو نرم دل رکھتے ہیں اپنی اولاد کے غم کو کیوں اپناتے ہیں بعض بہن بھائی ایک دوسرے کے غم کو اتنا محسوس کرتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ کتنا گہرا قریب کا رشتہ ہے تو جب انسانی رشتوں میں یہ مثال سامنے آتی ہے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ ہر انسان کو فطرتاً یہ صلاحیت ضرور عطا کی گئی ہے فرق صرف یہ ہے کہ رشتوں کے دائرے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ خونی رشتوں سے بڑھ کر، باہر نکل کر انسانوں کے ساتھ تعلقات کو قائم کرنے اور اس سلسلہ میں اپنے نفس کو تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ انسان کی دبی ہوئی صلاحیتیں پھر ابھرنے لگتی ہیں اور جو چیز فطرتاً عطا ہوئی ہوئی ہے لیکن غفلت کی وجہ سے دب گئی ہے اس کے نقوش پھر خدا کے فضل سے ابھرنے لگتے ہیں اور انسان کے اندر رحمت کا جذبہ بڑھتا رہتا ہے۔ ایسا شخص جو رحمت کے اس جذبہ کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ سخت دل ہونے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ ایسے سفاک لوگ بھی دیکھے جاتے ہیں جو اپنے بچوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اپنی بیویوں کو نفرتوں کا نشانہ بناتے ہیں۔ اپنے گھر میں ایک جہنم بنا دیتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ گھر رحمت اور تسکین کے موجب بنیں ان گھروں میں ہر سینہ میں آگ بھڑک رہی ہوتی ہے اور بعض ایسے بدنصیب لوگ ابھی تک احمدیوں میں بھی موجود ہیں۔ بعض بیٹے مجھے بڑے دردناک خط لکھتے ہیں کہ ہمیں تو کچھ سمجھ نہیں آتی کہ کہاں جائیں کیا کریں۔ ان کے ساتھ بچپن سے جو ظلم ہوتے ہم نے دیکھے اور پھر بڑے ہو کر ہماری طرف ان ظلموں کے رخ پھیرے گئے ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ باپ ہوتا کیا ہے اور وہ کیسے باپ ہیں جو بچوں سے پیار کرتے ہیں۔ اپنی بیویوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ شاذ شاذ خط اس مضمون کے بھی آتے ہیں اور میں حیران رہ جاتا ہوں کہ اس احمدیت کا کیا فائدہ جس احمدیت کے نتیجہ میں ایک انسان انسان بھی نہ بن سکے۔ اس کو وہم ہے کہ اس نے وقت کے مامور کو پہچانا اور قبول کیا کیونکہ جو شخص وقت کے مامور کو پہچانے اور قبول کرے اس کے اندر اتنی پاک تبدیلیاں لازماً ہونی چاہئیں کہ وہ جانور سے انسان بننا شروع ہو جائے اور رفتہ رفتہ اس کے اخلاق ترقی کریں۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر روحانیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ روحانیت کا مضمون تو بہت بعد کا مضمون ہے۔ یہ لطیف فضا ؤں کا مضمون ہے۔ جو شخص زمین کی سطح پر بھی چلنا نہیں جانتا بلکہ کیچڑ میں دھنس رہا ہے اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ یہ روحانی پرندہ بن کر آسمان روحانیت پر پرواز کریگا یہ تو بالکل پاگلوں اور جاہلوں والی باتیں ہیں۔ اس لئے حقیقت شناس بنیں۔ ایسے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھائیں اگر شروع میں طبعاً نہیں تو جبراً ان اخلاق کو اختیار کریں کہ رفتہ رفتہ آپ کے اندر وہ صلاحیتیں بیدار ہو جائیں جن صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما رکھا ہے، آپ کو وہ عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ اور ہر شخص کو عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ سفر کے رخ کی بات ہے۔ اگر آپ نرمی اور رحمت اور شفقت کی سمت میں سفر اختیار کرنا شروع کر دیں گے تو رفتہ رفتہ یہ سفر آگے بڑھتا چلا جائیگا اور آپ کے اندر حیرت انگیز پاک تبدیلیاں پیدا کرتا چلا جائیگا۔ آپ اپنوں کے بھی منظور نظر ہوتے چلے جائیں گے غیروں کے بھی منظور نظر ہوتے چلے جائیں گے غیر آپ کو دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ آپ کو ان میں دلچسپی ہے اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ ان کی ذات کی خاطر اللہ جاننا کیسا آپ کے دل کی کیفیت ہوگی، آپ یہ نہیں سمجھیں گے کہ آپ کسی پر احسان کر رہے ہیں بلکہ آپ جانتے ہوں گے کہ یہ احسان اپنی ذات پر ہے ماحول کا دکھ آپ کا دکھ ہے۔ اگر کوئی اور دکھ میں مبتلا ہے تو آپ کو چین نصیب ہی نہیں ہو سکتا تو یہ عجیب رشتہ قائم ہوتا ہے جو مذہبی تعلیم کے سوا انسانی تصور سے بالا ہے یہ

نہایت اعلیٰ درجہ کی پاک تعلیم

ہے جو قرآن کریم میں ملتی ہے، جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اسوہ کی صورت میں ہم پر ظاہر ہوئی ہے اور ہمارے دل و دماغ کو اس نے روشن کر دیا ہے اس نے نئے نئے زاویوں سے ہمیں انسانیت کی تعلیم دی اور نئے زاویوں سے ہمیں انسانی خلق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پس یہ رخ اختیار کریں یعنی اپنی خداداد صلاحیتوں

کو چمکانے اور صیقل کرنے اور لطیف تر بنانے کا رخ اختیار کریں تو رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آپ کو وہ مقام عطا ہو جائیگا جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ جہاں دنیا آپ کو اس طرح دیکھے گی کہ آپ ان کے محسن اعظم ہیں اور آپ اس طرح دنیا کی طرف دیکھیں گے کہ گویا آپ نے کوئی احسان نہیں کیا بلکہ جو بھی احسان کر رہے ہیں اپنی ذات پر کر رہے ہیں اور اگر کوئی جزا مل رہی ہے تو خدا کی طرف سے تحسین کی نظروں کی صورت میں مل رہی ہے۔ یہ وہ اعلیٰ درجہ کا مرتبہ ہے جس کے نتیجہ میں ایک داعی الی اللہ کی آواز میں ایک غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے، غیر معمولی کشش پیدا ہو جاتی ہے ایسا شخص تھوڑی باتیں بھی کرے تو اس کے زیادہ پاک اثرات ظاہر ہوتے ہیں وہ ان خصلتوں کے بغیر انسان جتنی مرضی چالاکیوں سے کام لے۔ جیسی چاہے تقریریں کرے اس کو ہدایت دینے کی توفیق نہیں مل سکتی۔ پس

اس مضمون کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ۔ اصل ہدایت خدا کی طرف سے آتی ہے اور اس مضمون کا اس سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اللہ جس کو ہدایت دیتا ہے اس کو کس طرح ہدایت دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو جیسے ہدایت دی اور دوسروں کی ہدایت کا موجب بنا دیا۔ جو طریق آپ نے اختیار کئے ان طریقوں کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں آپ کو ہدایت دینے کی صلاحیتیں عطا ہو گئیں۔ پس وہ ہدایت خدا ہی کی طرف سے تھی لیکن جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے قرب کی سعادت پا گیا آپ کے ذریعہ خدا نے اس کو ہدایت دی لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیشہ یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ۔ اگر اللہ کسی کو رسوا اور گمراہ کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہدایت کا بہترین طریق یہی ہے کہ انسان خود ہدایت یافتہ ہو، اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرے۔ اخلاق فاضلہ کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو لیکن اس کے باوجود بعض بدنصیب ایسے ضرور ہوں گے جن میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوگی کیونکہ خدا کے بتائے ہوئے طریقوں سے وہ اتنا دور ہٹ چکے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر ہدایت قبول کرنے کا مادہ ہی باقی نہیں رہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگ اندھے ہو جاتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو مارتے رہتے ہیں جبکہ ان کے مقابل پر بعض نیک لوگ اپنی صلاحیتوں کو ترقی دیتے چلے جاتے ہیں ان پر وہی مضمون صادق آتا ہے کہ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کہ وہ شخص ہلاک ہو گیا اور نامراد رہا جس نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو دفنانا شروع کر دیا اور زمین میں گاڑنے لگ گیا بجائے اس کے کہ نشوونما دیتا اور ترقی دیتا یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کا نور مٹتا چلا جاتا رہا۔ وہ دیکھنے سے عاری ہو گئے۔ فرمایا: ایسی صورت میں جب ایک انسان دیکھنے سے عاری ہو جائے تو ایک صورت چھوڑ کر ہزار صورت چمکا کر کسی نابینا کو کچھ دکھائی نہیں دیگا پس ہدایت دو طرفہ مضمون ہے لیکن جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے آپ کو چمکنا تو چاہیئے۔ اگر آپ نہیں چمکیں گے تو مضمون ایک اور رنگ میں ظاہر ہوگا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں تو ہیں لیکن نور ہی نہیں چمکا تو وہ بیچارے کیا کرتے۔ پس

جہاں تک ایک احمدی کی ذات کا تعلق ہے

اُسے ضرور چمکنا چاہیئے۔ اُسے ضرور روشن ہونا چاہیئے۔ اسے ایسا بننا چاہیئے کہ اگر کوئی آنکھ رکھتا ہو تو پھر کم سے کم وہ آنکھ والا ضرور ہدایت پا سکے اور پھر خدا سے دعا کرتے رہنا چاہیئے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں دیدہ ور عطا کر۔ ایسے روشن ضمیر انسان عطا کر جو اس روشنی سے فائدہ اٹھائیں جو تو نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ پس اس رنگ میں تمام مہدیداران کو چاہیئے کہ اپنے نفس کا بھی محاسبہ کریں اور اپنے نفس ہدایت کو چمکائیں اور جو داعین الی اللہ ہیں ان پر نظر رکھیں۔ بعض دفعہ ان کو خود اپنے بعض نقائص نظر نہیں آئیں گے۔ بعض بار خامیاں ان کی اپنی نظر سے اوجھل رہیں گی لیکن اگر دعوت الی اللہ کا سیکرٹری بیدار مغز ہو اور ان باتوں کو جو میں بیان کر رہا ہوں سمجھ کر داعین الی اللہ کی تربیت کا پروگرام بنائے تو اُسے مزید دلچسپی لینی پڑے گی اور وسیع دلچسپی لینی پڑے گی اور یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس دعوت الی اللہ کرنے والے میں کیا کیا کمزوریاں ہیں اور پیار اور محبت سے اس کو سمجھانا ہوگا اس کو بتانا ہوگا کہ میاں تم اپنے گھر میں ہی اچھے اخلاق کے نہیں ہو تو تمہاری باہر کون سنے گا اپنی حالت کچھ بہتر بناؤ۔ کچھ لوگوں کے مرغوب نظر بننے کی کوشش کرو۔ کچھ اپنے اندر کشش پیدا کرو اور کشش تبھی پیدا ہوگی جب تم لوگوں میں دلچسپی لوگے گہری دلچسپی

(باقی صفحہ پر)

جلسہ سالانہ کی ارتقائی منزل

جدید اقوام متحدہ کی تیسرا

مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد ۔ مؤرخ احمدیت ربوہ

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹۲۴ء کی ویمبلے کانفرنس کے دوران قرآن مجید کی سورۂ حجرات آیت ۱۰ کی روشنی میں اسلامی لیگ آف نیشنز (یو۔ این۔ او) کا عظیم الشان انکشاف کر کے دانشوران مغرب کو حیرت میں ڈال دیا۔ قرآن مجید اس عالمی تنظیم کا حقیقی اور دائمی مرکز خانہ کعبہ کو قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ۚ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔

(آل عمران آیت ۹۷ - ۹۸)

سب سے پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا مکہ میں ہے وہ بہت مبارک اور تمام جہانوں کے لئے موجب ہدایت ہے۔ اس میں کئی روشن نشانات یعنی مقام ابراہیم ہے جو اس میں داخل ہو وہ امن میں آجاتا ہے۔ اور اللہ نے ان لوگوں پر اس گھر کا حج فرض کیا ہے جو اس کی توفیق پائیں۔ اور جو انکار کرے تو (وہ یاد رکھے کہ) اللہ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

اسی آیت سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ قرآنی یو۔ این۔ او کی مرکزی زبان عربی ہے۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"جبکہ بیت اللہ تمام عالم کے لئے ہدایت پانے کا ذریعہ ہوا تو اس میں صاف اشارہ ہے کہ وہ ایسے مرکز پر واقع ہے جس کی زبان تمام دنیا کی زبانوں سے مشارکت رکھتی ہے اور یہی ام الالسنہ ہونے کی حقیقت ہے۔"

(منن الرحمٰن صفحہ ۸۶ حاشیہ)

قرآنی لیگ آف نیشنز کے چارٹر میں امن عالم اور حج کے ساتھ مقام ابراہیم کا نہایت گہرا اور دائمی تعلق ہے۔ علامہ سر اقبال فرماتے ہیں۔ سے

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اور مولانا مودودی لکھتے ہیں :-

"حج کے پورے فائدے حاصل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز اسلام میں کوئی ایسا ہاتھ ہوتا جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا' کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال تمام دنیا کے جسم میں خون صالح دوڑاتا رہتا' کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں لاکھوں خدا داد قاصدوں کے واسطے سے دنیا بھر میں اسلام کے پیغام کو پھیلانے کی کوشش کرتا' اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک مکمل نمونہ موجود ہوتا۔ اور ہر سال دنیا کے مسلمان وہاں سے دینداری کا تازہ سبق لے کر پلٹتے۔ مگر وائے افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں۔ مدت ہائے دراز سے عرب میں جہالت پرورش پا رہی ہے۔ نالائق حکمران اپنے دین کے مرکز میں رہنے والوں کو ترقی دینے کے بجائے معیاروں سے پیہم گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اہل عرب کو علم' اخلاق' تمدن ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا' آج اسی جاہلیت میں پہنچ گئی ہے جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے' نہ اسلامی اخلاق ہیں' نہ اسلامی زندگی ہے۔ لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف ان کو جہالت' گندگی' طمع' بےحیائی' دنیا پرستی' بداخلاقی بدانتظامی اور عام باشندوں کی گری ہوئی حالت نظر آتی ہے تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔"

(خطبات طبع ہفتم ص ۱۹۵)

جماعت احمدیہ میں جلسہ سالانہ اور نظام خلافت جیسے روحانی انسٹی ٹیوشنز قرآنی لیگ آف نیشنز اور یو۔ این۔ او کے معرض وجود میں لانے کے لئے ہی قائم کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو بذریعہ اشتہار فرمایا:-

" اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاء کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آ ملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ .... خدا تعالیٰ اس اُمت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھا راہ کھولا جائے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول ص ۳۴۱-۳۴۲ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ مطبوعہ ۱۸ فروری ۱۹۶۰ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوصیت میں قدرت ثانیہ (خلافت احمدیہ) کا ذکر کرتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی:۔

"خدا تعالیٰ نے چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔"

(الوصیت۔ طبع اول ص ۶ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۰۷)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۱۹۲۴ء میں اپنے مشہور عالم لیکچر (ویمبلے کانفرنس) میں واضح لفظوں میں بتایا۔

" اسلام کے نزدیک حکومت ایک نیابتی فرد کا نام ہے جس کو لوگ اپنے مشترکہ حقوق کی نگرانی سپرد کرتے ہیں۔ اس مفہوم کے سوا اسلام میں اور کوئی مفہوم اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق نہیں۔ اور سوائے نیابتی حکومت کے اسلام اور کسی حکومت کا قائل نہیں۔ قرآن کریم نے اس مفہوم کو ایک نہایت ہی عجیب لفظ کے ساتھ ادا کیا ہے اور وہ لفظ "امانت" ہے۔ قرآن کریم حکومت کو امانت کہتا ہے (نساء آیت ۵۹) یعنی وہ اختیار لوگوں نے کسی شخص کو دیا ہو۔ نہ وہ جو اس نے خود پیدا کیا ہو۔ یا بطور ورثے کے اس کو مل گیا ہو۔ یہ ایک لفظ ہی اسلامی حکومت کی تمام کیفیات کو بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

.... ہم لوگوں کے نزدیک یہی طریق حکومت حقیقی ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ جوں جوں لوگ احمدیت میں داخل ہوتے چلے جائیں گے اپنی مرضی سے بلا کسی جبر کے خود اس طریق حکومت کی عمدگی کو تسلیم کرلیں گے۔ اور بادشاہ بھی ملک کے فائدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے موروثی حقوق کو خوشی سے ترک کر دیں گے۔ اور اپنے حق کو اسی حد تک محدود رکھیں گے جس حد میں ملک کے دوسرے افراد کے حقوق محدود کئے گئے ہیں۔

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے صرف روحانی خلافت دیکر بھیجا تھا۔ اس لئے آپ کے وہاں تک ہو سکے آپ کی خلافت اس وقت بھی جبکہ بادشاہتیں اس مذہب میں داخل ہوں گی'

سیاسیات سے بالا رہنا چاہتی ہے۔ وہ لیگ آف نیشنز کا اصلی کام سرانجام دے گی اور مختلف ملکوں کے نمائندوں سے مل کر ملکی تعلقات کو درست رکھنے کی کوشش کرے گی۔ اور خود بھی اقتصادی تمدنی اور علمی ترقی اور اصلاح کی طرف متوجہ رہے گی تاکہ پچھلے زمانہ کی طرح اس کی توجہ کو سیاست ہی اپنی طرف کھینچ نہ لے اور دین و اخلاق کے اہم امور بالکل نظر انداز نہ ہو جائیں۔

جب میں نے کہا "جہاں تک ہو سکے" تو میرا یہ مطلب ہے کہ اگر عارضی طور پر کسی ملک کے لوگ کسی مشکل کے رفع کرنے کے لئے استمداد کریں تو ان کے ملک کا انتظام نیابتاً خلافتِ روحانی کرا سکتی ہے۔ مگر ایسے انتظام کو کم سے کم عرصہ تک محدود رکھا جانا ضروری ہوگا۔"

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ ۲۰۶-۲۰۷)

جنابِ الٰہی کی طرف سے ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو اپنے عہدِ خلافت کے آغاز ہی میں بتا دیا گیا کہ دنیا کے موجودہ نظاموں اور ازموں کی بساط عنقریب الٹنے والی ہے اور ان کی جگہ قرآن مجید کی پیشگوئی فرمودہ نقشہ ابھرنے والا ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں ؎

بساطِ دنیا الٹ رہی ہے حسین اور پائیدار نقشے
جہانِ نو کے ابھر رہے ہیں۔ بدل رہے ہیں نظامِ کہنہ
کلیدِ فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پہ
نشانِ فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

اسی سلسلہ میں حضور نے یکم فروری ۱۹۹۱ء کے خطبہ جمعہ میں عالمگیر جماعت احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے جدید اور قرآنی یو۔ این۔ او کی تعمیر کے لئے خصوصی تحریک فرمائی ہے۔ جو حضور ہی کے مبارک الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے:۔

"یہ نظامِ کہنہ مٹایا جائے گا۔ آپ یاد رکھیں اور اس بات پر قائم رہیں اور کبھی محو نہ ہونے دیں۔ یہ اقوام قدیم جن کو آج اقوام متحدہ کہا جاتا ہے ان کے اطوار زندہ رہنے کے نہیں ہیں۔ یہ قومیں یادگار بن جائیں گی اور عبرتناک یادگار بن جائیں گی اور ان کے کھنڈرات پہ آپ ہیں۔ اے توحید کے پرستارو! وہ آپ ہیں جو نئی عمارتیں تعمیر کریں گے۔ نئی اقوام متحدہ کی عظیم الشان فلک بوس عمارتیں تعمیر کرنے والے تم ہو..."

(الفضل ۱۲ مارچ ۱۹۹۱ء صفحہ ۵)

؎
مٹا کے نقش و نگارِ دیں کو یونہی ہے خوش دشمنِ حقیقت
جو مٹ کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم
مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اٹھائیں گے ہم

بقیہ خطبہ جمعہ

...رنگ میں اور ان سے ہمدردی کا سلوک کرو گے، ان سے پیار کا سلوک کرو گے تو اس طریق سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے دعوت الی اللہ کرنے والوں کے کام میں غیر معمولی برکت پڑے گی۔

انفرادی طور پر نظر رکھنے کا کام چونکہ بہت مشکل کام ہے یعنی اگر کسی کو ان کاموں کا شوق ہو تو اس کے لئے مشکل تو نہیں لیکن وقت کی مجبوری ہے اور دعوت الی اللہ کا ایک سیکرٹری اصلاح و ارشاد جو ایک بڑے ملک کے مرکزی عہدہ پر فائز ہے اس کے لئے عملاً ممکن ہی نہیں ہے کہ تفصیلاً ہر ایک کے معاملات پر اس طرح گہری نظر رکھے جس طرح میں بیان کر رہا ہوں تو اس سلسلہ میں میری تجویز یہ ہے کہ

مقامی سیکرٹریان کی تربیت کی جائے

ان کو سمجھایا جائے اور ان کو یہ بتایا جائے کہ تم جو ہمیں یہ رپورٹیں بھیجتے ہو کہ ہمیں پتہ لگ گیا ہے اتنے لوگ دعوت الی اللہ کر رہے ہیں، یہ کوئی طریق نہیں ہے۔ تم ہر دعوت الی اللہ کرنے والے کا کھاتہ بناؤ۔ اس کا ایک رجسٹر رکھو اور اس سے ہر ہفتہ رپورٹ لیا کرو اور بوجھ نہ ڈالو بلکہ ہلکے طریق پر پوچھ لیا کرو کہ اس دفعہ کوئی تجربہ ہوا، کوئی کام ہوا کہ نہیں، اگر زیادہ بوجھ ڈالو گے، زیادہ مطالبے شروع کر دو گے تو وہ تم سے بھاگنا شروع ہو جائے گا۔ اس لئے پیار اور محبت سے ہلکا ہلکا یاد دہانی کراتے رہو اور اس کے کوائف کا ہر ہفتے اندراج کرو اور اس طرح ہر شخص

کا باقاعدہ کھاتہ بننا چاہیئے۔ اندراج کرنے کے بعد پھر ایک ایسا خانہ ہو جس میں یہ درج کرو کہ ان معلومات سے تم نے کیا فائدہ اٹھایا ہے یا ان معلومات کو حاصل کرنے کے بعد شخص متعلقہ کو کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ اگر یہ نہیں کرو گے تو پھر ان کاغذی اندراجات کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہوگی۔ ایسے اندراجات سے دفتر کے دفتر سیاہ ہو جایا کرتے ہیں اور ایسے اندراجات فائلوں میں دب کر نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ لکھنے والا سمجھتا ہے کہ میں نے فرض ادا کر دیا مگر اس فرض کی ادائیگی کا فائدہ کوئی نہیں پہنچتا۔ پس مومن کے وقت کی تو بڑی قیمت ہے۔ فضول کاموں سے اس کو بچنا چاہیئے یعنی اپنے کاموں کو فضول نہیں ہونے دینا چاہیئے۔ یہ بھی تو اسی کا مطلب ہے۔ پس ہر کام کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنی چاہیئے۔ میرے ذہن میں جو نقشہ ہے وہ یہ ہے کہ کسی ممبر کو اگر مثلاً چند داعیین الی اللہ کئے جائیں تو میں ان سے ہر ہفتہ رابطہ رکھوں گا ان سے پوچھوں گا کہ بتاؤ آپ نے کیا کیا۔ اگر کچھ نہیں کیا تو ان کو کبھی کبھی بعض مشورے دے دوں گا کہ اچھا یہ کر کے دیکھ لیں۔ فلاں چیز آزما لیں۔ مثلاً یہ پوچھ لوں گا کہ آپ کے کچھ دوست جو آپ کے پاس آتے جاتے ہیں ان کے پتے مجھے دے دیں میں ان کو کچھ لٹریچر بھجوا دیتا ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کے اور ان کے درمیان کچھ شرم حائل ہو لیکن جب میں بھجواؤں گا تو وہ شرم ٹوٹ جائیگی۔ وہ خود آپ سے پوچھنا شروع کر دیں گے۔ یہ ایک مثال ہے۔ ایسی اور بہت سی باتیں سوچی جا سکتی ہیں اور ہر شخص کے حالات کے مطابق الگ الگ بات ذہن میں آ سکتی ہے تو پہلی بات تو یہ ہے کہ رابطہ کے معاً بعد سیکرٹری کو یہ بتانا چاہیئے کہ اس رابطے کے نتیجہ پر اس نے غور کرنا چاہیئے۔ اس کے اندراجات کرنے چاہئیں اور یہ سوچنا چاہیئے کہ میں اب اس سے کیا فائدہ اٹھاؤں گا اور کس طرح کسی کو فائدہ پہنچاؤں گا۔ پھر اس اندراج کے بعد اپنا لائحہ عمل درج کرے کہ فلاں داعی الی اللہ ہے اس کی یہ رپورٹ ہے یا میں چند ہفتوں سے دیکھ رہا ہوں کہ یہ حالت ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طریق پر اسے عملاً بیدار کیا جا سکتا ہے اور فعال بنایا جا سکتا ہے۔ پھر اس کا فرض ہے کہ اسکے متعلق اپنے بالا افسر کو بھی رپورٹ کرے۔ بجائے اس کے کہ یہ کہے کہ جی! دعوت الی اللہ کا کام ہو رہا ہے۔ اس کو تفصیل سے بتائے کہ میں نے اس اس رنگ میں فلاں فلاں شخص میں دلچسپی لی ہے اب تک جو مجھے وقت مل سکا ہے اس میں میں انفرادی طور پر ان کی طرف توجہ کر چکا ہوں اور یہ مسائل میرے سامنے آئے ہیں۔ اس طرح میں نے ان کا حل تجویز کیا ہے۔ اگر آپ اس سے بہتر کوئی طریق مجھے بتا سکتے ہیں تو میری راہنمائی کریں۔ غرضیکہ انفرادی رابطہ اور انفرادی رابطے کے نتیجہ میں جو معلومات حاصل ہوں ان پر مزید غور اور معین لائحہ عمل بنانا یہ سیکرٹری اصلاح و ارشاد کا کام ہے۔ اور اس رنگ میں میں سمجھتا ہوں کہ کام کرنے والے شاید دنیا میں ہی کوئی نہ ہوں کیونکہ جہاں تک میری معلومات میں مجھے ایک لمبا عرصہ مختلف عہدوں پر سلسلہ کی خدمت کرنے کا تجربہ ہوا ہے اور تبلیغ کے متعلق میں ہمیشہ گہری نظر سے جائزہ لیتا رہا ہوں۔ میں نے کبھی آج تک اپنی زندگی میں کسی سیکرٹری تبلیغ کو اس طرح فعال نہیں دیکھا۔ سیکرٹری مال بہت فعال ہوتے ہیں، انہوں نے ساری جماعت کا بوجھ سر پر اٹھایا ہوتا ہے۔ دورے پھر رہے ہیں۔ انکو تو ہوش ہی نہیں رہتی۔ بعض ایسے ہیں جو صبح دفتر سے جاکر سیدھا اپنے مال کے دفتر پہنچتے ہیں اور بعض دفعہ ۱۲ بجے تک اسلئے گھر نہیں آتے کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھ لیا ہے۔ اپنی جان سے اس ذمہ داری کو لپٹا لیا ہے ان کو چین ہی نہیں آ سکتا جب تک اس کو ادا نہ کریں۔ دعوت الی اللہ کے کام میں ابتدائی کام کی ابھی بہت ضرورت ہے ابھی زمین تیار کرنے کی ضرورت ہے جس طرح زمین کے اوپر ہل چلائے جاتے ہیں۔ اسکو نرم کیا جاتا ہے۔ گھاس پھوس سے اس کو پاک کیا جاتا ہے۔ سہاگے پھیرے جاتے ہیں۔ یہ کام ہیں کرنے والے۔ ابھی جماعت کی دعوت الی اللہ کی زمین پر اس طرح محنت کی ضرورت ہے۔ جب ایک دفعہ امراء اور متعلقہ عہدیداران اس رنگ میں محنت کریں گے تو پھر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس زمین میں بہت پیداوار ہوگی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے بڑی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان کو کام کا طریقہ سکھا دو۔ ایک دفعہ رستہ چلنا بتا دو۔ انگلی پکڑ کر تھوڑا سا ساتھ لیجانا پڑے گا۔ ایک دفعہ وہ چل پڑے تو پھر وہ انشاء اللہ دوڑنے لگیں گے۔ پھر وہ اس لئے آپ کی انگلیاں نہیں پکڑیں گے کہ آپ انکو چلائیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس لئے پکڑیں کہ آپ انکے ساتھ تیز چلیں اور میں نے دیکھا ہے جب بیداری پیدا ہوتی ہے تو جماعت میں اس قسم کے عظیم الشان نمونے ظاہر ہوتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ بعض جو اشارے نکات ہیں وہ انشاء اللہ اگلے خطبہ میں پیش کروں گا کیونکہ میرا خیال تھا کہ ۲ بجے تک ختم کر دوں گا لیکن اب اتنا تھوڑا وقت رہ گیا ہے کہ ایک دو منٹ رہتے ہیں اور اس عرصہ میں بات شروع کی ہوئی ختم نہیں ہو سکے گی۔ اس لئے آج کا خطبہ یہیں ختم کرتا ہوں اور آخر پہ صرف اس دعا کی تحریک کرتا ہوں کہ دعا کریں کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں جو ضروری باتیں ہیں اللہ تعالیٰ وہ تمہیں بھی خوب روشن فرمائے اور جماعت کو ان کی حقیقت سے آشنا ہو، وہ باتیں ان کے دل و دماغ میں ڈوبیں اور سرایت کر جائیں اور جگہ پا جائیں اور جس طرح بیج اچھی زمین میں داخل ہوکر جڑ پکڑتا ہے اور شاخیں نکالتا ہے اس طرح یہ باتیں جماعت کے دل و دماغ میں جڑ پکڑ جائیں اور شاخیں نکالیں اور دیکھتے دیکھتے جماعت میں دعوت الی اللہ کی کھیتی ہری بھری ہو جائے اور ساری دنیا پر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے سائے دراز ہو جائیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

قسط نمبر ۱

مسئلہ تقدیر!

از قلم محترم بشارت الرحمٰن صاحب وکیل التعلیم ربوہ

مسئلہ تقدیر ان مسائل دینیہ میں سے ہے جن کا اچھی طرح سے سمجھ لینا ایک مومن کیلئے از بس ضروری ہے کیونکہ یہ امر ایمانیات میں شامل کیا گیا ہے ایمان کے ارکان یہ ہیں:-
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ -
یعنی ایک مومن اپنے ایمان کا اعلان اس طرح کرتا ہے کہ میں ایمان لایا اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور تقدیر پر۔ اچھی تقدیر پر بھی اور بُری تقدیر پر بھی اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر بھی۔ اب جو امر ہماری ایمانیات میں شامل ہے۔ اس کا سمجھنا ہمارے لئے از بس ضروری ہے کیونکہ اچھی طرح سے سمجھ لینے اور ذہن نشین کر لینے کے بغیر ہم کسی حقیقت کی مقتضیات پر کما حقہ عمل پیرا نہیں ہو سکتے اور فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

لیکن یہ مسئلہ تقدیر ہے۔ بہت ہی مشکل اور اس بارہ میں بڑی ہی احتیاط کی ضرورت ہے ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ تقدیر کے بارے میں آپس میں بحث کر رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بعض لوگ اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ہلاک ہوئے اور میری اُمت میں سے بھی ایک طبقہ کے ساتھ ایسا ہی ہو گا۔

مذکورہ بالا دونوں حقائق کو ملا کر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنے سطحی خیالات کی بناء پر اس مسئلہ پر بحث کرنے کا نتیجہ گمراہی ہے۔ ہاں اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو سمجھنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیئے کیونکہ یہ امر ہماری ایمانیات میں شامل ہے۔

مسئلہ تقدیر ان مسائل میں سے ہے جنہیں بعض دفعہ بہت ہی غلط طور پر سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً
ایک شخص کی وفات پر کہا جاتا ہے کہ دو یہ امر لکھا ہوا تھا ایسا ہی ہونا تھا یہ باتیں ایسے رنگ میں کہی جاتی ہیں کہ گویا خواہ کچھ ہوتا یہ واقعہ بہرحال ضرور ہو کر رہتا حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ کی لاکھوں برکات و سلام ہوں آپ پر) کا ایک ارشاد ہمارے سلسلہ کے لٹریچر میں شائع ہو چکا ہے کہ حضور ایک قبرستان کے پاس سے گذرے اور فرمایا کہ بہت سے لوگ جو یہاں دفن ہیں وہ حکیموں، ڈاکٹروں اور اطباء کے غلط علاج کی وجہ سے فوت ہوئے ہیں۔ اگر انہیں صحیح علاج میسر آجاتا تو وہ زندہ رہتے اور زیادہ عمر پاتے۔

یہ درست ہے کہ جو کچھ بھی ازل سے ہوا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ بھی ابد تک ہو گا وہ ازل سے اللہ تعالیٰ کے (جو علیم و خبیر ہے) علم میں ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ علم ازلی وقوع میں آنے والے امور میں دخل نہیں دیتا بلکہ یہ علم واقعات کے تابع ہے جو کچھ بھی کائنات میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشاء سے اس کے بنائے ہوئے قوانین قدرت یا قانونِ شریعت کی اتباع یا خلاف ورزی کے نتیجہ میں ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا ازلی علم ان ہونے والے واقعات کے تابع ہے چونکہ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے اندازوں اور قوانین کے نتیجہ میں ایسے واقعات رونما ہونے والے تھے اور اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور علیم اور خبیر ہے اور خدا تعالیٰ کے علم کے لحاظ سے ماضی، حال اور مستقبل میں کوئی فرق نہیں۔ خدا تعالیٰ کو ازل سے ان واقعات کا علم تھا۔ پس "ازلی علم" "معلوم" کے تابع ہے معلوم علم کے تابع نہیں۔ یعنی یہ کہنا غلط ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کا علم یہ تھا اس لئے اس علم کی وجہ سے آج کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ازلی علم یہ تھا کہ ان ان اسباب کی وجہ سے فلاں دن یہ واقعہ ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ازلی علم کا کوئی ریکارڈ تو ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ اگر وہ اسباب اور وجوہات پیدا نہ ہوتے تو یہ واقعہ رونما نہ ہوتا۔ اس صورت میں ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا ازلی علم یہی ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ رونما نہیں ہو گا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے دو قسم کے علم کا ذکر مختلف آیات میں ملتا ہے۔

(۱) علم ازلی:- یہ ماضی، حال اور مستقبل پر محیط ہے اور اس معنی میں غیر مؤثر ہے کہ اس علم کی وجہ سے کسی بھی مخلوق پر کوئی جزا یا سزا مرتب نہیں ہوتی۔ یہ علم واقعات کے تابع ہے اس علم ازلی کی کوئی فہرست ہمارے پاس نہیں ہے۔ جزا و سزا اوقات یا اعمال صادر ہو چکنے کے بعد مرتب ہوتی ہے۔ ابوجہل کو اس لئے جہنم میں نہیں ڈالا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی پیدائش سے کروڑوں اور اربوں سال پہلے اس کے جہنمی ہونے کا علم تھا۔ اس علم نے مجبور کر کے اسے جہنمی نہیں بنایا۔ جہنمی وہ اپنے اعمال و افکار کی وجہ ہی سے بنا۔ اگر اس کے اعمال و افکار جنتیوں والے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کا علم ازلی بھی ان کے مطابق یہی ہوتا پس ظاہر ہوا کہ یہ "علم ازلی" ہونے والے واقعات کے تابع ہے۔ علم ازلی کی وجہ سے واقعات رونما نہیں ہوتے بلکہ اپنے دیگر موجبات کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو اپنے قدرتِ کاملہ کی وجہ سے ان واقعات کے رونما ہونے کا علم پہلے سے ہوتا ہے۔ اگر یہ علم اللہ تعالیٰ کو نہ ہوتا تو اس کی قدرت کاملہ پر حرف آتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نقص ماننا پڑتا اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری اور نقص سے پاک ہے۔ ماضی حال اور مستقبل اس کے سامنے برابر ہیں۔ وہ ہر زمانے کا یکساں ایک ہی طرح کا علم رکھتا ہے۔

(۲):- اللہ تعالیٰ کا دوسرا علم، علم وقوعہ کہلاتا ہے۔ جب کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا علم اس واقعہ کے ہو جانے کے بعد علم وقوعہ کہلاتا ہے اور یہ علم مؤثر ہے اور اس پر انسانوں کے لئے جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں جہاں علم وقوعہ کا ذکر ہے وہاں علم کے معنی ظاہر کرنے کے بھی کئے جا سکتے ہیں مثلاً حسب ذیل آیت میں علم وقوعہ کا ذکر ہے
وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ -
(العنکبوت ع ۱)
یعنی اللہ تعالیٰ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کا امتحان لیگا اور حقیقی مومنوں کو بھی ظاہر کر دیگا۔ اور منافقوں کو بھی ظاہر کر دے گا۔

پس جب کوئی واقعہ ظاہر ہو جاتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کو ہم علم وقوعہ کا نام دیتے ہیں اور یہ علم وقوعہ مؤثر ہے اور نتائج پیدا کرتا ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ لیعلمن اللہ کے اصل معنے تو یہی ہیں کہ ضرور اللہ جان لے گا۔ مگر کیونکہ یہ علم (علم وقوعہ) مؤثر ہے اس لئے ہم اس کا ترجمہ "ظاہر کر دے گا" بھی کر لیتے ہیں۔ کیونکہ "ظاہر کرنا" "جان لینے" کا ایک نتیجہ ہے اور ہم معنا کرتے وقت نتیجہ سے نسبت رکھنے والے الفاظ استعمال کر لیتے ہیں۔

تقدیر الٰہی کے بارے میں بہت بڑی غلطی جو عوام الناس میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کی وجہ سے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے اُلٹ ہے۔ اور واقعات کے اپنے دیگر اسباب اور موجبات کے تحت سرزد ہونے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ان کے مطابق ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کاملہ کی وجہ سے تمام ہونے والے واقعات کا پہلے سے علم رکھتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں واقعات کیسے رونما ہوتے ہیں؟ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ واقعات اللہ تعالیٰ کی منشاء اور حکم سے یا اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کی اتباع یا خلاف ورزی کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں۔ ہماری دنیا میں اللہ قادر سے دعا کرنا واقعات کے رونما ہونے میں ایک بہت بڑا سبب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی دعا کو قبول کر لیتا ہے تو اس کا اذن ہوتا ہے کہ ایسا امر ہو جائے تو ویسے ہی ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے بارے میں فرماتا ہے کہ ایسا ہو جائے تو وہ ہونے لگتا ہے اور بالآخر ہو جاتا ہے۔ دعا اور اس کی قبولیت کا قانون اللہ تعالیٰ کے قوانین شرعیہ میں شامل ہے۔ الغرض دنیا میں جو واقعات بھی رونما ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ... استعداد

اسباب و قوانین کے عمل یا ردِ عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ آخری نتیجہ اللہ تعالیٰ کے خاص اذن سے پیدا ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔
”تمام اُمور خدا تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں“
اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب و وجوہات اور قوانین کے عمل یا ردِ عمل سے پیدا ہونے والے نتیجہ کو ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ازلی علم اس رونما ہونے والے واقعہ کے تابع ہے کیونکہ بعض وجوہات اور اسباب کی بناء پر ایسا واقعہ ہونا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا علم ازلی بھی اسی کے مطابق تھا۔

اگر یہ وجوہات و اسباب پیدا نہ ہوتے تو یہ نتیجہ رونما نہ ہوتا اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا علم ازلی بھی اس کے مطابق ہوتا کہ ”یہ نتیجہ رونما نہیں ہوگا“ اس کی ایک مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ

ایک پہاڑی کی چوٹی کی طرف دو بالمقابل اطراف سے سڑکیں آرہی ہیں۔ چوٹی پر کھڑا ایک شخص دیکھ رہا ہے کہ ایک تیز رفتار کار چوٹی کی مشرقی جانب سے فراٹے بھرتی آرہی ہے اور دوسری کار مغربی جانب سے پہلی تیز رفتار کار سے بھی بڑھ کر تیز رفتاری سے آرہی ہے تو چوٹی پر کھڑا شخص اپنے ایک ساتھی کو کہتا ہے کہ ابھی دو منٹ کے بعد چوٹی پر پہنچنے والی کاروں کی بڑے دھماکے سے ٹکر ہوگی۔ پھر اس کا ساتھی کیا دیکھتا ہے کہ آمنے سامنے سے دونوں کاریں چوٹی پر نمودار ہوئیں۔ اور باہم ٹکرا گئیں۔

اب یہ ٹکر اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ چوٹی پر کھڑے ہوئے شخص نے علمی اندازہ سے ایسا یقین کر لیا تھا اور اپنے ساتھی کو بتا دیا تھا کہ دو کاروں کی ٹکر ہونے والی ہے۔ کیونکہ بعض وجوہات کی وجہ سے اس ٹکر نے بہر حال معرضِ ظہور میں آنا تھا اس لئے چوٹی پر کھڑے آدمی نے دونوں کاروں کی برق رفتاری کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ٹکر ہوگی گویا اس شخص کا علم ہونے والی ٹکر کے تابع تھا۔ ٹکر اس لئے نہیں ہوئی تھی کہ اس شخص کو پہلے سے علم ہو چکا تھا۔ یہی حال تمام واقعات کا ہے۔

تَقْدِیْر: قَدَّرَ یُقَدِّرُ تَقْدِیْرًا۔ یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ قَدَّرَ کے معنی ہیں اُس نے اندازہ کیا۔ کسی حساب کی رُو سے کسی چیز کے بارے میں تخمینہ لگایا۔ لفظ تقدیر عربی زبان میں اسم مصدر ہے جو اسم مفعول کے معنوں میں بھی آسکتا ہے۔ پس تقدیر کے معنی ہوئے

”وہ نتیجہ جو اسباب و وجوہات کی روشنی میں واضح نظر آتا ہو“
انگریزی میں اس کا ترجمہ ”CALCULATED RESULT“ کے الفاظ سے کیا جا سکتا ہے۔

ہم اسکول کے زمانے میں پانچویں یا چھٹی جماعت میں حساب میں کسور ملتف کے سوالات حل کیا کرتے تھے۔ کتاب کا سارا صفحہ مختلف ہندسوں رقوم، ضربوں، تقسیموں جمع اور تفریق کے نشانات خطوط وحدانی یعنی بریکٹوں اور ”کے“ ”دکا“ وغیرہ علم حساب کی علامات سے بھرا ہوتا تھا مثلاً۔

(4+176) - 1⅗ ÷ 17 × 264
کا ....

سارے صفحے پر پھیلے ہوئے اس سوال یا پورے ایک صفحہ پر پھیلی ہوئی ان رقوم پر تمام میں ضرب۔ تقسیم اور جمع تفریق کا عمل کرنے کے بعد آخری جواب صفر (۰) یا (۱) ایک ہوتا تھا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آخری نتیجہ ”صفر“ یا ”ایک“ ان تمام رقوم اور علامات کے باہم عمل اور ردِ عمل کا جواب ہے۔

پورے صفحے پر پھیلے ہوئے اس سوال میں جس کا جواب صفر (۰) ہوتا تھا اگر ہم صرف ایک علامت یا صرف ایک رقم بدل دیں تو لازمی طور پر جواب بھی بدل جائیگا بلکہ کسی رقم میں سے صرف ایک ہندسہ بھی کم و بیش کر دیں تب بھی جواب بدل جائیگا۔ بالکل یہی حال اللہ تعالیٰ کے مختلف قوانین کے تحت ہونے والے واقعات اور ان کے ردِ عمل کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اور جاری کردہ قوانین قدرت، قوانین شریعت پھر دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اور جاری ہونے والے خاص احکام خداوندی یا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والے بعض اُمور۔ ان سب کے باہمی عمل یا ردِ عمل کے نتیجہ میں جو آخری جواب اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے سامنے آتا ہے اُسے تقدیر کہتے ہیں۔ یعنی مختلف قسم کی CALCULATIONS کے نتیجہ میں آخری CALCULATED RESULT کو تقدیر کہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے اذن سے ظاہر ہوتی ہے۔

علم حساب کی کسور ملتف میں جس طرح صرف ایک رقم یا ایک ہندسہ یا حسابی علامات (جمع، تفریق، تقسیم اور ضرب کی علامات) میں سے صرف علامت بھی اگر سوال میں سے کم و بیش ہو جائے تو آخری جواب بدل جائیگا۔ یہی حال تقدیر یا آخر میں نکلنے والے اس نتیجہ یا جواب کا ہے جو مختلف قوانین خداوندی، اسباب اور وجوہات کے عمل یا ردِ عمل سے معرضِ ظہور میں آتا ہے اگر ایک چھوٹا سا سبب بھی بدل جائے تو آخری نتیجہ یا تقدیر الٰہی میں بھی کچھ تبدیلی ہو جائے گی۔ اب اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ آپ پر سلامتی ہو) کے زمانہ میں معرضِ ظہور میں آئی۔ آپ کے رفیق نواب محمد علی خان صاحب کا بیٹا عبدالرحیم خان قادیان میں آپ کے زمانے میں سخت بیمار ہو گیا۔ یہ بیماری خدا تعالیٰ کے طبعی قوانین کے نتیجہ میں پیدا ہوئی جہاں اللہ تعالیٰ کے بعض قوانین کے تحت ایک بیماری پیدا ہوتی ہے اسی خدائے شافی کے قوانین شفاء کے تحت بعض ادویہ سے اس بیماری سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض پیدا نہیں کی جس کے ساتھ اس کی شفا پیدا نہ کی ہو سوائے موت کے۔

بعض دفعہ ناقص علم رکھنے والا کوئی شخص غلط دوائی استعمال کرتا ہے تو بیماری سے شفا حاصل نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ بڑے بڑے حکماء اور ڈاکٹر صاحبان صحیح دوائی تجویز کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں اور مریض کو مرض سے شفا حاصل نہیں ہوتی۔ پھر بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی دُعا قبول کر کے بیماری کو دور کر دیتا ہے یا علاج کرنے والوں کو صحیح علاج کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ گویا بیماریوں سے شفا حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنا ایک روحانی ذریعہ ہے اور صحیح دوائی استعمال کرنا ایک جسمانی و ظاہری ذریعہ ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ اپنے ایک رفیق کے بیٹے کی بیماری کی شدت دیکھ کر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنے میں محو ہوئے اور دوسری طرف ایک یکتائے زمانہ طبیب یعنی حضرت مولوی نور الدین صاحب بیمار کے ظاہری و جسمانی علاج میں مصروف ہوئے گویا اس بیمار کو اپنی اس بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے ظاہری و باطنی دونوں طرح سے چوٹی کے ذرائع حاصل تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک محبوب بندہ دُعا میں یعنی روحانی تدبیر میں محو تھا اور ایک یکتائے زمانہ طبیب جسمانی تدبیر کر رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بتایا گیا کہ

”ہلاکت مقدر ہے تقدیر مُبرم ہے“
یعنی باوجود تیری دُعاؤں کے اور باوجود ایک ماہر طبیب کے علاج کے اس بیماری کا نتیجہ ہلاکت یعنی موت ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو جب مذکورہ بالا الہام ہوا تو چونکہ آپ راہِ سلوک کے رازوں سے واقف تھے تو آپ کے سامنے یہ امر آیا کہ اگر ظاہری علاج اور دُعا کام نہیں کر رہے تو ایک اور ذریعہ بھی تو موجود ہے جسے شفاعت کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی مقرب بندہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے کہ حضور میرے اعزاز کے طور پر میری خاطر ایسا کر دیں۔ اور اجازت یافتہ شفاعت لازماً منظور ہوا کرتی ہے۔ اس حالت میں آپ کے (حضرت بانیٔ سلسلہ کے) منہ سے گھبراہٹ کی حالت میں یہ الفاظ نکل گئے کہ ”یا الٰہی! اگر یہ دُعا کا موقعہ نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں۔ اس کا موقع تو ہے“

اس وقت حضرت بانیٔ سلسلہ سے ایک بھول ہو گئی بالکل اسی طرح جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ آپ بھول گئے کہ شفاعت کرنے سے پہلے اذن خداوندی کا حصول ضروری ہے۔ بمصداق آیت کریمہ کہ ”کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے سوائے اس کے اذن کے؟“

جونہی آپ کے منہ سے یہ مذکورہ بالا الفاظ نکلے تو بڑے جلال سے وحیٔ الٰہی آپ پر نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ ”کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے بغیر اس کے اذن کے؟“ اور یہ وحی ایسے جلال سے ہوئی کہ آپ کا بدن کانپ گیا اور آپ پر سخت خوف اور ہیبت طاری ہوئی کہ آپ نے بلا اذن شفاعت کی ہے۔

اس کے بعد آپ پر سکینت کی حالت وارد ہو گئی مگر اللہ تعالیٰ کی وحی کی آواز پھر

منٹ کے بعد سُنائی دی کہ "تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔" تب آپ نے بیمار کی صحت و عافیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے بیمار کو صحت عطا کر دی۔ اور اس کے بعد ایک لمبے عرصہ تک یہ بیمار زندہ رہا۔ ربوہ کے زمانے میں نواب عبدالرحیم صاحب کئی دفعہ مالیر کوٹلہ (انڈیا) سے اپنی سوتیلی والدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے ملاقات کے لئے ربوہ آیا کرتے تھے۔ خاکسار بھی ان سے ملا کرتا تھا۔ اور حضرت بانیٔ سلسلہ کے مبارک ایام کی باتیں سُنا کرتا تھا۔

یہ واقعہ جو ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، مسئلہ تقدیر پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔

تقدیر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اُس کے جاری کردہ احکام و قوانین کے مطابق اللہ تعالیٰ کا آخری فیصلہ اور حُکم۔ اور ظاہر ہے کہ ہم میں سے ہر شخص بعض وجوہات کے پیشِ نظر اپنے پختہ سے پختہ فیصلہ کو بھی بدل دیا کرتا ہے۔ بعض دفعہ ہم پورے عزم کے ساتھ اپنے فیصلوں کا اعلان کر دیتے ہیں۔ لیکن بعد میں بعض وجوہات کی بناء پر انہیں بدل دیتے ہیں۔ جب ہم ایسا کر سکتے ہیں تو خدا تعالیٰ کیوں ایسا نہیں کر سکتا جو یہ شان رکھتا ہے کہ

"وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں
جا سکتا جبکہ دوسرے لوگوں سے
ان کاموں کی جواب طلبی کی جاتی
ہے۔"

آئیے مسئلہ تقدیر کے ضمن میں ہم اِس واقعہ پر ذرا مزید تبصرہ کریں۔ پہلے میاں عبدالرحیم خان کے بارے میں حضرت بانیٔ سلسلہ کو الہام ہُوا کہ "ہلاکت مقدر ہے اور تقدیر مبرم ہے۔" مگر پھر ہلاکت کے اِن اسباب و وجوہات کے مقابل پر ایک اَور چیز باذنِ خداوندی آ گئی تو خدا تعالیٰ نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے جاری کردہ قوانینِ ظاہری و باطنی کے تحت صادر ہونے والے فیصلہ کو کہتے ہیں۔ اور یہ فیصلہ بعض حالاتِ پیش آمدہ کے تحت بدل بھی سکتا ہے۔ ہاں بعض خدا تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیریں کبھی بھی نہیں بدلا کرتیں۔ انہیں سُنّت اللہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"(اے مخاطب) تو کبھی بھی اللہ
تعالیٰ کی سُنّت میں تبدیلی نہیں پائے
گا اور نہ کبھی تو سُنّت اللہ کو
ٹلتے ہوئے دیکھے گا۔" (فاطر: ۴۴)

لیکن اللہ تعالیٰ کے بعض فیصلے یا بعض تقدیریں اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی دُعا یا شفاعت کی بدولت بدل دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کام عجیب در عجیب ہیں۔ کوئی اُن کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی شان عجیب ہے۔

"وہ اپنے کاموں سے پوچھا
نہیں جا سکتا۔ جبکہ لوگ پوچھے
جا سکتے ہیں۔" (الانبیاء: ۲۴)

قرونِ وسطیٰ میں مسئلہ تقدیر "مسئلہ جبر و قدر" کے نام سے اُمّتِ مسلمہ میں جھگڑے اور نزاع کا باعث بنا رہا ہے۔ کچھ لوگ جبری کہلاتے تھے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان تقدیر کے فیصلوں سے مجبور رہتا ہے اور اُن کا توڑ کر ہی نہیں سکتا۔

اِس کے مقابلے پر دوسرے لوگ قَدَرِیَہ کہلاتے تھے۔ یہ لفظ قدری اپنے اندر منفی مفہوم رکھتا ہے یعنی قدری وہ لوگ تھے جن کا عقیدہ تھا کہ —— "لَا قَدَرَ" —— یعنی جبری تقدیر کوئی نہیں۔ اِنسان محض اپنے کئے کا پھل پاتا ہے۔

اصل حقیقت اِن دو انتہائی عقیدوں کے درمیان درمیان ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اِس امر میں کوئی شک نہیں کہ ہزارہا بلاؤں اور ظاہری و باطنی ہلاکت کے سامانوں اور مختلف قِسم کے دُشمنوں نے انسانوں کو گھیرا ہُوا ہے۔ اور بسا اوقات انسان اپنے آپ کو مخالف حالات میں مجبور پاتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں اور ہلاکت کے سامانوں سے بچ کر نکل چلنے کے لئے راستے بھی پیدا کئے ہیں۔ اور ایک اِنسان اپنے عزم اور محنت اور سب سے بڑھ کر اپنے قادرِ مطلق آسمانی آقا کے حضُور گڑگڑانے کے ذریعہ سے ان سلامتی کے رستوں پر چل کر دارالسلام تک پہنچ جاتا ہے۔

اِس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک اَور طرح بھی حل کر دیا ہے۔ وہ اِس طرح کہ خدا کا ایک بندہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہے کہ "ہم نے یہ عزم کر لیا ہے کہ ہم سب صرف تیری ہی عبادت کریں گے۔ یعنی تیرے اخلاقِ حسنہ کو اپنانے کی کوشش کریں گے۔"

مذکورہ اعلان کے ذریعہ ایک اَور کمزور اور عاجز اِنسان اپنے اِس عظیم عزم کا اظہار تو کر دیتا کہ مَیں نے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خُدا کا عبد بنتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ مقصد اِس قدر بلند اور عظیم ہے کہ اس کا حصُول ایک کمزور اور بے کس انسان کی طاقت میں ہرگز نہیں۔ تب وہ کمزور انسان بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے کہ اے خدا! ہم سب تیری ہی عبادت کریں گے یعنی تیرے اخلاقِ کریمہ کو اپنائیں گے مگر یہ امر درحقیقت ہمارے بس میں نہیں۔ پس ہم اس مقصد کے حصُول کے لئے تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ اور صرف تجھ سے ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ تیرے علاوہ اور کوئی اِس امر میں قدرت نہیں رکھتا۔

اب دیکھیں کہ اِس مذکورہ دُعا یا مناجات کا پہلا حصّہ انسان کے آزاد اور کم از کم اپنے ارادہ کرنے میں آزاد ہونے کا اظہار کرتا ہے اور اِس مناجات کا دُوسرا حصّہ انسان کی مجبوری اور بے بسی پر دال ہے۔ پس حقیقت دو اِنتہائی نقطوں کے درمیان درمیان ہے کہ انسان نہ پورے طور پر آزاد ہے وہ صرف اپنی خواہش کے اظہار اور ارادے میں ہی آزاد ہے مگر وہ مجبور اور بے بس بھی ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے اس ارادہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔ پھر انسان اگر ایک امر میں آزاد ہے تو صرف ایک دائرے کے اندر۔ اس سے باہر نہیں۔ مثلاً ایک شخص اچھی غذا اور ورزش کے ذریعہ اپنے جسم پر گوشت پوست چڑھا کر تنومند اور قوی ہیکل تو ہو سکتا ہے مگر وہ کبھی ایک ہاتھی کی جسامت کو نہیں پہنچ سکتا۔

اسی طرح انسان صحیح علاج کے ذریعہ کسی بیماری سے شفا پا سکتا ہے لیکن وہ ہزارہا دواؤں اور علاجوں کے باوجود موت سے نجات نہیں پا سکتا۔ کیونکہ انسان کے مرنا ایک اٹل تقدیرِ خداوندی ہے۔ جس سے کوئی شخص بھی باہر نہیں نہ کوئی نبی نہ کوئی ولی۔ کیونکہ ہر انسان پر موت کا وارد ہونا اللہ تعالیٰ کی اٹل اور غیر متبدل سُنّت ہے۔

(آل عمران: ۸۶)

پس انسان نہ پُورے طور پر آزاد ہے نہ پُورے طور پر مجبور بلکہ حقیقت ان دونوں کے درمیان درمیان ہے۔

—— (باقی) ——

ضروری اعلان بسلسلہ دورہ انسپکٹران بیت المال آمد

جملہ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کی آگاہی کے لئے تحریر ہے کہ نظارت ہذا کے انسپکٹران اپنے پروگرام کے مطابق تشخیص بجٹ ۹۳-۹۲ء کے سلسلہ میں دورہ کر رہے ہیں۔ اِس امر کا خیال رکھیں کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ہندوستان کی جماعتوں کے تعلق سے یہ تاثر ہے کہ اگر وہ باشرح لازمی چندہ ادا کریں تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی تمام ضروریات کو پُورا کر سکتی ہیں۔ اِس اعتبار سے ہر جماعت کے عہدیداران کو غور کرنا چاہیئے کہ اُن کی جماعت میں کوئی دوست برسرِ روزگار ایسا نہ ہو جو لازمی چندہ کے بجٹ میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام افرادِ جماعت کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے منشاء مبارک کے مطابق لازمی چندہ باشرح ادا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

پروگرام دورہ انسپکٹران تحریک جدید

چندہ تحریک جدید میں نمایاں اضافہ وعدہ جات و وصولی کے لئے دفتر تحریک جدید کے انسپکٹران ہندوستان کی جماعتوں کا دورہ ماہِ فروری ۹۲ء سے شروع کر رہے ہیں۔ احبابِ جماعت احمدیہ بھارت و جملہ عہدیداران جماعت، مبلغین و معلمین کرام سے درخواست ہے کہ انسپکٹر صاحبان کے ساتھ مخلصانہ تعاون فرما کر ممنون فرمائیں۔ جماعتوں کو علیحدہ خطوط سے اطلاع دی جا رہی ہے۔

یہ امر بھی واضح رہے کہ ۲۹ رمضان المبارک کو منعقد ہونے والی اجتماعی خصوصی دُعائیہ تقریب کے لئے حضور انور ایسے مجاہدینِ تحریکِ جدید کے نام طلب فرماتے ہیں جنہوں نے سالِ رواں کا مکمل چندہ تحریکِ جدید ۲۹ رمضان مبارک سے قبل ادا کر دیا ہو۔ تاکہ اُن کے لئے دُعا کی جائے۔

لہٰذا احبابِ جماعت سے گذارش ہے کہ جلد از جلد نمایاں اضافہ کے ساتھ چندہ تحریک جدید ادا کر کے حضور انور کی دُعاؤں کے مستحق بنیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احبابِ جماعت کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وکیل المال تحریکِ جدید قادیان

"اخبار بدر کو بند چشمہ نہ بنائیں بلکہ جاری کریں اور دوسروں تک پہنچائیں۔"

مجلس مشاورت کے موقعہ پر ایک دوست نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ صرف چند لوگ اخبار بدر کو ترتیب کے ساتھ محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن اکثر گھروں میں پڑھنے کے بعد ضائع ہو رہے ہیں۔ سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"پڑھنے کے بعد اس کو RECIRCULATE کرنا چاہیئے۔ اور فرمایا ان خیالِ عام کو بند چشمہ نہ بنائیں بلکہ جاری کریں اور دوسروں تک پہنچائیں۔"

پس خریداران بدر سے درخواست ہے کہ اگر وہ بدر کی فائل محفوظ نہیں کر سکتے تو پڑھ لینے کے بعد اس پرچے کو کسی لائبریری یا اپنے زیرِ تبلیغ دوستوں تک پہنچانے کا انتظام کریں۔ اس سلسلہ میں مقامی سیکرٹری تبلیغ سے بھی تعاون حاصل کیا جا سکتا ہے۔

صدر نگران بورڈ بدر

اٹھارہواں آل اڑیسہ سالانہ اجتماع

جملہ مجالس خدام الاحمدیہ بھارت کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ اٹھارہواں آل اڑیسہ سالانہ اجتماع مورخہ ۱۵ اور ۱۶ فروری ۱۹۹۲ء کو کیرنگ میں منعقد ہو رہا ہے۔ اجتماع میں شرکت کرنے کے خواہشمند احباب، جبر صاحبان مورخہ ۱۴ فروری کی شام تک کیرنگ پہنچ جائیں۔

جملہ احباب جماعت احمدیہ سے اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

قائدِ علاقائی مجلسِ خدام الاحمدیہ اڑیسہ

اعلان برائے قائدین مجالس خدام الاحمدیہ

جملہ قائدین مجالس خدام الاحمدیہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی اوّلین فرصت میں تجنید نام برائے سال ۹۲-۱۹۹۱ء پُر کر کے دفتر خدام الاحمدیہ بھارت۔ قادیان میں بھجوا دیں۔

مہتمم تجنید مجلس خدام الاحمدیہ بھارت

مصلح موعودؓ نمبر

ہفت روزہ بدر کا اگلا شمارہ ۱۳ و ۲۰ فروری کی اشاعت انشاء اللہ العزیز سیدنا مصلح موعودؓ نمبر ہوگا۔ قارئین مطلع رہیں۔

(ادارہ)

ارشادِ نبویؐ

لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

(موت کی آرزو نہ کرو)

:- (منجانب) :-

یکے از اراکین جماعتِ احمدیہ بمبئی

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

شریف جیولرز

پروپرائیٹر:-
حنیف احمد کاہران
حاجی شریف احمد

اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان

PHONE:- 04524 — 649.

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرّحیم جیولرز

پروپرائیٹر:-
سید شوکت علی اینڈ سنز

پتہ:- خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری نارتھ ناظم آباد کراچی۔ فون:- ۶۲۹۴۴۳

QURESHI ASSOCIATES

MANUFACTURERS – EXPORTERS – IMPORTERS
HIGHLY FASHION LADIES MADE-UP
OF 100% PURE LEATHER, SILK WITH SEQUENCES
AND SOLID BRASS NOVELTIES/GIFT ITEMS ETC.

MAILING ADDRESS: 4378/4 B, MURARI LAL LANE
ANSARI ROAD. NEW DELHI-110002 (INDIA)

PHONES:- 011-3263992, 011-3282643. FAX:- 91-11-3755121

بہترین ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہے۔ (ترمذی)

C.K.ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM-679339.
(KERALA)

TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

SUPER INTERNATIONAL

PHONES:-
OFF. 6378622
RESI. 6233309

(PLEASE CONTACT FOR IMPORT AND EXPORT GOODS OF ALL KINDS)

PLOT NO. 6, TARUN BHART CO-OP. SOCIETY LTD.
OLD CHAKALA, SAHAR ROAD.
(ANDHERI EAST) BOMBAY- 400099.

طالبانِ دعا:-

آٹو ٹریڈرز

AUTO TRADERS

۱۶ میگولین۔ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

قادیان میں مکان و پلاٹ وغیرہ کی خرید و فروخت کے لئے ملیں:-

نعیم احمد ڈار
احمدی پراپرٹی ڈیلر

احمدیہ چوک قادیان

NIR

Starline

NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
CALCUTTA-700015.

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)

پیش کرتے ہیں:-
آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب،
ربر شیٹ، ہوائی چپل، تیر دیر،
پلاسٹک اور کینوس کے جوتے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

(پیشکش)

یاسین پولیمرز کلکتہ ۷۰۰۰۴۶

فون نمبرز:-
۴۳ — ۴۰۲۸ — ۵۱۴۷ — ۵۲۰۹

YUBA
QUALITY FOOT WEAR